انی مہین من اراد اہانتک

(الہام مسیح موعود)

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر ۔ خانہ ات ویران تو در فکر دگر

(مسیح موعود)

بٹالوی کا انجام

مؤلفہ

خاکسار میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان

جس کو

بماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر

مولف پبلشر نے طبع کرا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا

ر اوّل کاغذ قسم اوّل ٥ر دوم قیمت ۴ر

مُعَنْوَنْ

میں اس ناچیز تالیف سلسلہ کو اخی المکرم حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ سلسلہ عالیہ قادیان کے نام نامی اور اسم گرامی سے مُعَنْوَنْ کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کی تالیف کے محرک شاہ صاحب ممدوح ہی ہیں۔ اس میں جو غیر معقول یا غلط بات ہو۔ وہ میری اپنی کج فہمی یا بے علمی کا نتیجہ ہیں۔ اور جو صحیح اور معقول استدلال ہیں۔ ان کو خدا کی طرف سے مجھے لکھنے کی توفیق ملی ہے۔ امید ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس ادنیٰ تحفہ کو شرف قبولیت بخشیں گے ؎

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

خاکسار مؤلف

۲۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء

نوٹ:۔ فہرست مضامین کتاب ۱۱۸ سے ملاحظہ کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اول

حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کا دعویٰ اور دونوں کا مقصود بالذّات کیا تھا؟

۱۶ جون ۱۹۳۱ء کی صبح کو بتقریب جلسہ احمدیاں بٹالہ خاکسار ایڈیٹر فاروق نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر جو ایک تقریر کی تھی۔ وہ نہایت مفید اور نافع الناس ثابت ہوئی۔ اور بعض معزز احباب نے فرمایا۔ کہ اس تقریر کو مکمل طور پر طبع کر دیا جائے اس لئے میں نے حتی الوسع اس کی تکمیل میں کوشش کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے ہی توفیق چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس کو مکمل کرنے کی ہمت دے۔ اور روح القدس سے میری مدد فرمائے۔ وباللہ التوفیق۔

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظٰلمون ۝ (سورۃ الانعام ع ۳)

اللہ تعالیٰ کا پاک کلام جس میں کسی قسم کا ریب و شک نہیں۔ جس نے ہر ایک دینی مسئلہ کو جس کا تعلق انسان کے عذاب و ثواب سے ہے۔ واضح اور محکم دلائل اور الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ جس نے نبوت اور معیار نبوت کو کھول کھول کر بتا دیا ہے۔ جس نے صادق اور کاذب مفتری علی اللہ اور مکذب کے نشان کھلے کھلے ظاہر کر دئے ہیں۔

اسی کتاب مجید کی مندرجہ عنوان آئت ہے۔ جس میں خدا تبارک و تعالیٰ نے دو شخصوں کو بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ **ایک** تو اس شخص کو جو **خدا پر جھوٹ** باندھے۔ (یعنی یہ کہے کہ میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ ملہم ہوں۔ مامور من اللہ ہوں۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے مجھے بشارتیں پہنچاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ) اور دوسرا **بڑا ظالم** اس شخص کو فرمایا ہے۔ جو خدا کی **آیات کا انکار باصرار کرے**۔ (یعنی خدا کے صادق رسول اور نبی کو **جھٹلاوے** اور نشانات الہیہ کی تکذیب کرے۔ صداقت سے منکر ہوکر ضد اور دشمنی پر آمادہ ہو جاوے وغیرہ وغیرہ) ان دونوں شخصوں کے **بڑا ظالم** قرار دینے کے لئے آئت بالا نص صریح ہے۔ جس میں کسی استنباط اور اجتہاد و تاویل بمعنی تحریف کی ضرورت نہیں۔ اور مفتری علی اللہ گو کتنی ہی اقسام ہوں۔ لیکن سب سے **بڑا مفتری علی اللہ** وہی شخص ہے۔ جو کاذب مدعی الہام و ماموریت ہو۔ پس وہ اول نمبر پر اس آیت کا مصداق اور اس میں داخل ہے۔ ایسا ہی مکذب آیات اللہ کی کوئی کتنی ہی قسمیں کرسکے۔ لیکن صادق اور راستباز مدعی الہام و ماموریت کے الہام و نشانات اعجازی کی تکذیب کرنے والا فسٹ کلاس کا مکذب آیات اللہ ہے۔ اور وہ اس میں سب سے پہلے داخل و شامل ہے۔ الغرض یہاں تک تو صرف دعویٰ ہی بیان ہوا ہے۔ کہ مفتری علی اللہ و مکذب آیات اللہ دونو بڑے ظالم ہیں۔ مگر دلیل اس پر کوئی نہیں دی۔ اور جو دعویٰ بلا دلیل ہو۔ وہ کبھی بھی قابل سماعت نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اس کو کسی چیز کی کسوٹی کہا جائے۔ خصوصاً قرآن مجید۔ جو اپنے ہر ایک دعویٰ پر بیّن دلائل پیش کرنے کا پورا التزام رکھتا ہے۔ کیونکر دعویٰ بے دلیل کا مدعی بن سکتا ہے۔ پس ضرور ہے۔ کہ اس نے ہی دعویٰ پر دلیل بھی دی ہو۔ اور بڑی موٹی دلیل دی ہو۔ جس کو ہر شخص جاہل و عالم سمجھ جائے۔

مفتری علی اللہ بامراد نہیں ہوتا

کیونکہ خدا تو عالم الغیب ہے۔ اور کسی بشر ماسوی اللہ کا یہ ذاتی خاصہ نہیں۔ کہ

غیب پر اطلاع رکھتا ہو۔ بنابریں ضروری تھا۔ کہ ان دو نو ظالموں کے ایسے نشان بتائے جاتے۔ جن سے ہر ایک سلیم العقل ان کے کذب اور ظلم پر مطلع ہو کر مفتری کو مفتری اور مکذب کو مکذب جان لے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو صادق و کاذب میں تمیز ناممکن ہو جاتی۔ اور نادانستگی سے کوئی شخص صادق کو کاذب اور کاذب کو صادق خیال کر بیٹھنے پر کسی عذاب و ثواب کا مورد و مستحق نہ رہتا۔ کیونکہ منجانب اللہ تو کوئی معیار صداقت ہی موجود نہ ہوتی جس کی عمداً خلاف ورزی سے وہ مورد عذاب اور تعمیل سے مستحق ثواب قرار پائے۔ تو عذاب و ثواب کیسا؟ اسی لئے خدائے رحیم و کریم نے جب مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ کو سب سے بڑا ظالم فرمایا۔ تو ساتھ ہی ان کے اظلم ہونے کی ایسی علامت بتادی۔ جو بطور دلیل اظلمیت قطعی اور یقینی ہو۔ اور بتادیا۔ کہ اگر دو شخص بالمقابل کسی دینی دعوے کے مدعی ہوں۔ مثلاً الف تو یہ دعویٰ کرے۔ کہ میں رسول نبی۔ ملہم۔ مجدد۔ مامور من اللہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اس کی وحی بلفظہ ان طریقوں سے جو بشر کے ساتھ کلام کرنے کے اس نے مقرر کر دئے ہیں۔ مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اور ب اس کی مخالفت پر آمادہ ہو کر دعویٰ کرے۔ کہ یہ کاذب ہے۔ دکاندار ہے۔ جاہ طلب۔ شہرت خواہ فریبی۔ لالچی ہے۔ کوئی وحی اور الہام کا نزول اس پر نہیں ہوتا۔ سب اپنے دل سے بنا کر خدا کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اب ان دونو مدعیوں الف اور ب کو اپنے اپنے دعووں میں سچا یا جھوٹا اگر تم معلوم کرنا چاہو۔ تو صرف اس ایک علامت سے پرکھ لو۔ جو یہ ہے۔ کہ:۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ط یعنی وہ اپنے مقصود و مطلوب میں بصورت کاذب ہونے کے بامراد نہیں ہونگے۔ یہی سب سے بڑی زبردست عام فہم نشانی بطور دلیل کے ایسے بڑے ظالموں کی ہے۔ کہ کوئی مفتری علی اللہ اپنی مراد دلی کو اس حیلہ سے۔ کہ خدا پر دعویٰ الہام و رسالت کا افترا کر کے حاصل کرنا چاہے۔ تو ہرگز حاصل نہ کر سکے گا۔ ایسا ہی مکذب آیات اللہ اپنے مقصود بالذات کو شہ

پا سکے گا۔

تفہیم مضمون کے لئے ہم لفظ فلاح کے معنی و حقیقت پہلے بتا دیں۔

فلاح کے معنی و حقیقت

لغت عرب و عجم میں فَلَاح کے معنی تین چار لکھے ہیں۔ جیسا کہ صراح باب الحاء فصل الفاء میں ہے۔ کہ "فَلَاح۔ رستگاری و فیروزی و بقاء و طعام سحری"۔ اور غیاث فصل فا مع اللام میں ہے۔ "فَلَاح بفتح تا و حاء مہملہ رستگاری فیروزی۔ پائدار ماندن در خیر و نیکی" یعنی فَلَاح کے معنی نجات پانا۔ کامیاب ہونا۔ باقی رہنا۔ صبح کا کھانا نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا" ہیں۔ پس ان معنوں میں سے معانی نمبر ۱ و ۲ کا تعلق تو ہمارے مضمون سے ہو سکتا ہے۔ باقی غیر متعلق ہیں۔ لہٰذا ہم انہی پر بحث کریں گے۔ اور بتائیں گے۔ کہ مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ کو کس طرح ہم نامراد و ناکام و غیر ناجی جہنمی سمجھ سکتے ہیں۔ سو واضح رہے۔ کہ بعض نادان از علم قرآن مگر عربی دانی کے مدعیان فرعون زمان بن کر اپنے خشک علم پر مغرور و نازاں ہو کر اپنی نامرادی و خسران مبین کو چھپانے کے لئے یوں یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ کی نامرادی و ناکامی سے مراد مرنے کے بعد عدم نجات ہے۔ نہ کہ دنیا میں مقصود دلی دشمن مانی مراد کا عدم حصول"۔ ایسے لوگ خدا کے زبردست قانون اور بیّن علامت مقررہ (یعنی نامرادی و ناکامی ظالم در دنیا) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور عام دلیل کو جو کسی زمانہ سے مقید نہیں۔ آخرت بعد الموت کے ساتھ مقید کر کے انہ لا یفلح الظالمون کے آگے فی الآخرۃ کی قید بڑھا دیتے ہیں۔ اور کوئی لحاظ فلاح کے حقیقی معنوں کا بھی نہیں کرتے ایسے بدبخت و بدقسمت ہر ایک علامت و نشان و دلیل و سزا و انعام بے عدیل کو مرنے کے بعد ہی سمجھتے۔ اور بتاتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ خود چونکہ دنیا میں نامراد و ناکام ہوتے ہیں سو وہ نہیں چاہتے۔ کہ نامرادی یا کامیابی و بامرادی فی الدنیا کو دلیل و علامت

صدق وکذب قرار دیا جائے جس سے کہ ان کی تکذیب لازم نہ آجائے۔ اور وہی اظلم و مجرم نہ قرار پا جائیں ایسے جاہل یہ نہیں سمجھتے۔ کہ اگر دنیا میں بجز ذلت وخواری اور پھٹکار دمار کے کسی قسم کی فلاح و صلاح مومن کے لئے بطور نشان و دلیل ایمان منجانب الرحمان نہیں ہوگی۔ تو آخرت میں بعد الموت کس دلیل سے وہ مخذول نامراد مدعیان احبار وہ اپنے آپ کو کامیاب و بامراد و فلاح یاب قرار دے سکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خزیٌ فی الدنیا بھی فرمایا ہے۔ اور خسر الدنیا والاٰخرہ کو ذالک ھو الخسران المبین بتایا ہے۔ کہ دنیا و آخرت کا گھاٹا صریح و مبین اور ظاہر گھاٹا ہے۔ پس اگر دنیاوی زندگی میں ایک مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ بھی اپنے ارادہ اور مقصود دلی میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو سورۃ النصر معاذ اللہ مفت کرم داشتن کی مصداق ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان و انعام کا اظہار فرماتا ہے۔ کہ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نے دیکھا کہ کس طرح لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اور اس دخول افواج کو اذا جاء نصر اللہ والفتح کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت کی علامت اور دلیل قرار دیا ہے۔ اور پھر اس پر حمد الٰہی کی تسبیح کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا اور نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا۔ کثیر آیات میں یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ہم دنیا کی زندگی میں بھی اپنے رسولوں اور مومنوں کی نصرت کیا کرتے ہیں پس اگر ایک کاذب مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ بھی اپنی مراد دلی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر کثرت سے لوگوں کا دربار نبوی میں حاضر ہونا اور مسلمان ہونا فتح و نصرت الٰہی اور دلیل صداقت رسالت پناہی کیا ہوئی؟ مختصر یہ کہ انہ لا یفلح الظالمون کی تفسیر خسر الدنیا والاٰخرۃ ہے۔ یعنی مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ دنیا میں بھی

اپنی مراد کو حاصل نہ کرسکے گا۔ اور آخرت میں بھی نامراد رہیگا۔ اوران کی تمام کوششیں حصول مُدعا دلی کی بحکم ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا اور تمام تدابیر اور عملی منصوبے جو مقصود دلی کے حصول کیواسطے وہ کریں گے۔ بحکم حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ و اولٰئک ھم الخٰسرون اکارت اور برباد ہوکر خسر الدنیا والاٰخرۃ کا سچا نمونہ وہ بنائے جاتے ہیں۔ تاکہ خسر الدنیا ہونا ان کے خسر الاٰخرۃ ہونیکی دلیل ہوجائے

امرتسری یہودی کے قلم سے کامیابی کے معنے

اپنے بیان کی تائید میں ہم سلسلہ عالیہ کے سیاہ دشمن اور چودھویں صدی کے یہودی میاں ثناء اللہ امرتسری مُلّا کا قول بھی نقل کرکے دکھاتے ہیں۔ کہ وہ بھی فلاح کے یہی معنی کرتا ہے۔ چنانچہ زیرعنوان

"مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا صاحب قادیانی" اخویم ایڈیٹر الحکم کے ایک لاجواب آرٹیکل کی تردید میں سعی بے سود کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"قادیان کا اخبار الحکم آج کل اس عنوان سے مضمون لکھ رہا ہے۔ کہ مولوی (محمد حسین) صاحب موصوف نے چاہا تھا کہ مرزا صاحب ناکام رہیں۔ مگر وہ اللہ کی تائید سے پورے کامیاب ہوکر فوت ہوئے۔ اس امر کی تحقیق کے لئے کہ کامیابی اور ناکامی کس کو کہتے ہیں۔ ان کے معنی کا معلوم کرنا مقدم ہے۔ کامیابی کے معنے ہیں۔ جو انسان اپنا مقصود رکھتا ہو۔ اس کو پورا ہوا دیکھ لے۔ نہ دیکھے تو ناکامی۔ اب مطلع بالکل صاف ہے"۔ بلفظہ بقدر الحاجت (اہلحدیث مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۱۰ء جلد ۷ نمبر ۴۲ صفحہ ۵ و ۶)

الحمد للہ کہ مخالف کی شہادت سے کامیابی کے معنے معلوم ہوکر بقول یہودی مذکور مطلع بالکل صاف ہوگیا۔ تو اب ہم مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ کی شناخت ہر دو قسم کے مدعیان کے دعاوی بیان کرکے کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے کون مفتری

علی اللہ ہے۔ اور کون مکذب آیات اللہ ؟

حضرت مرزا صاحبؑ کا دعوےٰ

آج ہمارے سامنے دو قسم کے مدعی اپنا دعویٰ پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے مرزا صاحبؑ کا تو یہ دعویٰ ہے۔ کہ :۔

"کتاب براھین احمدیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔ ..... اور مصنف (مدعی) کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریمؑ کے کمالات سے مشابہ ہیں۔ اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے۔ اور اس کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض ببرکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان بہتوں اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے۔ کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے"۔ بلفظہ ملخصاً از اشتہار کتاب براہین احمدیہ۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صـ ۱۱)

یہ اشتہار براھین احمدیہ کی طبع و تالیف کے وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتداء میں شائع فرمایا تھا۔ اس میں صاف و صریح طور پر مثیل مسیح اور مجدد وقت اور مثیل انبیاء ہونے کا دعویٰ ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف بٹالوی کا دعویٰ

اس آدم کے بالمقابل بہت سے ابلیس مدعیان اَنَا خیر منہ کہنے والے اٹھے جن میں سے ہم صرف ایسے ایک مکذب کا ذکر اپنے مضمون میں کریں گے۔ جو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی تکذیب میں شیخی مارتا ہے جس کا نام ابوسعید محمد حسین بٹالوی ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کہنے والے کا مثیل ہے۔ وہ اپنے کفر نامہ موسومہ باشاعت السنتہ جلد ۱۳ کے صفحہ ۳ و ۴ پر لکھتا ہے۔ کہ :۔

"اشاعت السنتہ نے قادیانی کے سابق دعویٰ حمایت اسلام سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ میں اس کو امکانی ولی اور ملہم بنایا۔ اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا۔ اشاعت السنتہ کا ریویو براہین اس کو امکانی ولی اور ملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ہو جاتا۔ لہذا اسی اشاعتہ السنتہ کا فرض تھا۔ کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا۔ ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے" ملفظہ ملخصاً

مرزا صاحب علیہ السلام کا مقصود بٹالوی کی قلم سے

پھر یہ فرعون بٹالوی لست مرسلا کہتا ہوا لاف زنی ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی مرزا کا مخالف نہیں۔ اور نہ اس کی حقیقت اور اصلیت کا جاننے والا۔ میں ہی مرزا کا قلع قمع کرونگا۔ اور بڑے بول بولکر کہا۔ کہ :۔

"یہ تار و پود جو ایک مدت سے (مرزا نے) پھیلا رکھا ہے۔ اس سے مقصود صرف نام آوری اور دنیا طلبی ہے۔ ؎ ایں ہمہ از پئے آں است کہ زر می طلبی۔ حق گوئی اور حق پرستی آپ کی اصلی غرض نہیں ہے۔" ملفظہ بقدر الحاجت اشاعت السنتہ جلد ۱۳ صفحہ ۶۶

یہ ہیں ناظرین فریقین کے دعوے۔ کہ حضرت اقدس صلوٰۃ اللہ علیہ تو رسالت و نبوت و مجدد و مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ اور اپنے مخالف و معاند کو

زیر مواخذہ الٰہی کہتے ہیں۔ اور ان کے مقابل میں بٹالوی آپ کو کذاب و مفتری علی اللہ قرار دے کر آپ کی غرض و غایت حصول زر و شہرت بتاتا ہے۔ لیکن حضرت اقدس سلام علیہ اپنی صداقت پر مقدور بھر علمی و عقلی و نقلی ہر قسم کے دلائل پیش کر چکے زمین و آسمان خدا اور رسول کی شہادت بھی گذار چکے۔ مگر نہ ماننے والوں نے سب شہادتوں اور دلائل کو اپنی قلموں اور زبانوں سے تار عنکبوت سے بھی کمزور ظاہر کر کے اپنی وہی زبان رکھی۔ کہ لست مرسلاً اور بل نظنکم کاذبین۔ گو حضرت اقدس علیہ السلام نے یہاں تک بھی لکھ دیا۔ کہ ؎

اے قوم من بگفتۂ من تنگ دل مباش

ز اول چنیں مجوش ببیں تا بآخرم

مگر کسی نے نہ سنا۔ آخر کار مدعی ماموریت اپنے اور اپنے معتقدین کے خیال و ایمان و یقین کی رو سے تاج کامیابی پہنے ہوئے اپنے معبود حقیقی کو جا ملا۔ جانبین کے تصدیقی و تردیدی دلائل بھی اپنی حد کو پہنچ کر ختم ہو گئے۔ اب صرف وہ دلائل اور نشانات باقی رہ گئے۔ جو قیامت تک کے لئے دونوں میں سے ایک کو صادق اور دوسرے کو کاذب ماننے پر بیّن اور مثل آفتاب شاہد ہوں گے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوں۔ اور جب دونوں قسم کے مدعیان مرزا صاحبؑ اور بٹالوی ہر دو کا وجود ہی نہ ہو گا۔ تو اس وقت یہ دلائل رحمٰن کا دلیل صداقت ہونا تب ہی ہو سکتا تھا۔ جب کہ ہر دو کے ثمرات و نتائج مترتب ہو کر معلوم ہو جائے۔ کہ کس کی سعی مشکور ہوئی۔ اور کس کی نامشکور۔ کون خسر الدنیا والآخرة ہوا۔ اور کون مفلح بامراد ہوا۔ کس کا نتیجہ حسب مراد نکلا۔ اور کس کا خلاف مقصود) کار آمد اور معیار صدق و کذب قرار پا کر پچھلوں کو ہدایت کا راستہ بتائیں +

چونکہ آیت مندرجہ عنوان میں خدا تعالےٰ نے مفتری علی اللہ اور مکذب آیات

اللہ ہر دو کو ظالم فرما کر ان کی نامرادی کو دلیل و نشان اظلمیت قرار دیا ہے۔ لہذا اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مندرجہ بالا ہر دو مدعیان میں سے کون اس معیار سے اظلم ثابت ہوتا ہے؟ پس اس امر کے لئے پہلے فریقین کی غرض اصلی اور مقصود بالذات یا مراد دلی کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ تاکہ پھر نتیجہ ثابت شدہ سے ہر ایک کی ناکامی اور کامیابی سے ان پر حکم لگایا جاوے۔ کہ کون مفتری علی اللہ اور کون مکذب آیات اللہ قرار پاتا ہے۔

ہر ایک کام کی کوئی غرض ہوتی ہے

یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک فعل کی کوئی غرض و غایت تو ضرور ہوتی ہے۔ خواہ وہ غرض نیک ہو یا بد۔ پہلے ایک خواہش ایک تمنا ایک مراد اپنے ذہن میں جما کر پھر اس کے حصول کے لئے انسان تجاویز سوچتا اور تلاش اسباب کے پیچھے لگتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دل میں یہ مراد رکھتا ہے۔ کہ میں وکیل یا ڈاکٹر بن جاؤں۔ تو اس کے حصول کے واسطے وہ اپنی تمام سعی کو اس میں صرف کرتا ہے۔ کہ پہلے انگریزی پڑھے۔ کوئی امتحان پاس کرے۔ پھر قانونی یا ڈاکٹری کتابیں پڑھ کر ان کا امتحان دے۔ پھر پاس ہو کر وہ وکیل یا ڈاکٹر ہو سکتا ہے جب وہ وکیل یا ڈاکٹر ہو جاوے۔ تب اس کو کہا جائے گا۔ کہ وہ بامراد ہو گیا۔ اور اس کی آرزو حاصل ہو گئی۔ اور اگر امتحانوں میں فیل ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں اس کی سعی کا اکارت جانا کہلائے گا۔ اور اگر وہ پاس ہونے پر بھی عہدہ ڈاکٹری یا وکالت کو نہ پائے۔ تو پھر بھی اس کو نامراد ہی گنا جائیگا۔ کیونکہ مقصود بالذات اس کا محض امتحان پاس کرنا نہ تھا۔ بلکہ ڈاکٹر یا وکیل بننا تھا۔ سو وہ اس کو حاصل نہ ہوا جس سے وہ نامراد رہا۔ اس مثال سے یہ امر بھی واضح ہو گیا۔ کہ مقصود بالذات اور مراد دلی اور چیز ہے۔ اور اس کے حصول کے ذرائع و اسباب چیز دیگر۔ مقصود دلی تو وکیل یا ڈاکٹر بننا تھا۔ امتحانوں کا پاس کرنا اور کتابوں کا پڑھنا صرف ایک ذریعہ تھا اس مراد کے حاصل کرنے کا۔ بعینہٖ مفتری علی اللہ و مکذب آیات اللہ ہر دو کا

مقصود بالذات الگ الگ ہے۔ اور اس کے حصول کے ذریعے بھی الگ ہیں۔

کیا خدا پر جھوٹ بولکر مراد مل سکتی ہے؟

حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بٹالوی نے معاذ اللہ اپنے دعویٰ ماموریت و الہام میں مفتری علی اللہ بتا کر آپ کا مقصود بالذات شہرت، دنیا طلبی اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانا قرار دیا ہے۔ اور دعویٰ مجددیت و ماموریت و ملہمیت و مہدویت و مسیحیت کو اس مقصود کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ بے شک ایک حقیقی مفتری علی اللہ کی بجز اس کے اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ صرف روپیہ کمانے اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے اور نام آوری و شہرت کے لئے ہی ایسا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس طرح سے وہ لوگوں کو لوٹنا چاہتا ہے۔ یہاں تک تو ہم بٹالوی سے متفق ہیں۔ کہ کاذب مدعی الہام و تجدید کی یہی غرض ہوتی ہے۔ اب اختلاف ہے۔ تو صرف اس میں ہے۔ کہ آیا مفتری علی اللہ مدعی الہام اپنی ہر سہ مرادوں (زر۔ شہرت۔ جماعت مصدقین) کو اس ذریعہ سے حاصل بھی کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر کوئی جاہل کندۂ ناتراش سنت اللہ و کلام اللہ سے ناواقف یہ کہہ دے۔ کہ ہاں ایک مفتری علی اللہ اپنی ان تینوں مرادوں کو خدا پر جھوٹ باندھ کر بذریعہ جھوٹی نبوت و ملہمیت کے دعوے کے حاصل کر لیتا ہے تو ایسے احمق و کودن نے نہ صرف قرآن مجید کی تکذیب کی۔ بلکہ تمام سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ کیونکہ جس حال میں ایک جھوٹا نبی بھی اپنی مراد دلی کو جھوٹی ملہمیت و نبوت کی آڑ میں حاصل کر کے بامراد ہو سکتا ہے۔ تو پھر سچے نبی کے لئے ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کو دلیل فتح و نصرت قرار دینا اور وَوَجَدَکَ عائلاً فاغنیٰ کو معرض انعام و احسان میں بیان فرمانا اور من اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکا ونحشرہٗ یوم القیامۃ اعمیٰ۔ میں ہر ایک خدا

فراموش کو تنگ دستی کے عذاب سے دنیا میں معذب کرنے کی وعید سنانا بجز لفظوں کے ہیر پھیر یا معاذ اللہ نری لفاظی کے حقیقت کچھ بھی نہیں رکھتا۔ ایک آریہ یا عیسائی دشمن خدا اور رسول کہہ سکتا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جماعت اپنے زیر اثر کر لینا یا مالدار ہو جانا یا بادشاہ بن جانا۔ یا شہرت حاصل کر لینا کوئی صداقت کی دلیل نہیں۔ اکثر لوگ جھوٹی رسالت و نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور روپیہ کماتے رہے ہیں۔ مگر ایک مومن بالقرآن کبھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مفتری علی اللہ خدا پر افتراء کے ذریعہ سے اپنا مقصود بالذات حاصل کر سکتا ہے۔ اور کوئی مومن کہہ کیونکر سکتا ہے۔ جبکہ خدائے حکیم کے قرآن مجید میں بالصراحت موجود ہے۔ کہ انه لا یفلح الظالمون آج دنیا میں بھی کسی ملک و سلطنت میں ایسی نظیر نہیں مل سکتی۔ کہ کوئی شخص اپنے تئیں سرکاری ملازم تحصیلدار یا تھانہ دار یا ڈپٹی کمشنر ظاہر کر کے لوگوں کو لوٹتا پھرے۔ درآنحالیکہ وہ سرکاری ملازم نہ ہو۔ تحصیلدار یا تھانہ دار تو درکنار اگر کوئی شخص افتراء کر کے اپنے آپ کو ایک ادنیٰ چپراسی تحصیل یا کانسٹیبل پولیس بتا کر لوگوں کو دھوکہ دے کر روپیہ کما کر گھر بھرنا چاہے تو وہ بھی تو نہیں بچ سکتا۔ فوراً خبر ہوتے ہی گرفتار ہو کر بڑے گھر بھیج دیا جاتا ہے۔ پس جس حالت میں ایک گورنمنٹ ایسا نہیں ہونے دیتی۔ کہ از راہ افتراء و دروغ اس کی طرف کوئی شخص اپنے آپ کو منسوب کر کے لوگوں کو تکلیف دے۔ لوٹے مارے۔ تو وہ الحی القیوم قادر قدیر عالم الغیب مالک الملک خدا تعالیٰ کب ایسا اندھیر گوارا کرتا ہے۔ کہ زید یا عمرو اپنے آپ کو اس کا نہ صرف چپراسی بلکہ اعلیٰ عہدہ دار نبوت و رسالت ظاہر کر کے مخلوق خدا کو دھوکہ دے۔ اور اللہ کے بندوں کو اپنا تابعدار کر لے۔ ان کے مالوں پر تصرف کرنے لگے۔ اور اس کے بندوں میں عزت شہرت اور وجاہت وغیرہ سب کچھ حاصل کر کے فلاح یاب و بامراد ہو جاوے۔ اس کی نظیر دنیا بھر میں تلاش کرو۔ تو نہیں ملے گی۔ لہٰذا یہ خیال قابل ابطال ہے۔ کہ ایک مفتری علی اللہ بھی اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے۔ کاذب ہے وہ جو ایسا

خیال رکھے۔ اور جاہل ہے وہ جو اس پر ضد کرے۔ کیا ایسا خیال محال رکھنے والا نہیں جانتا کہ مسبب الاسباب اور زمین و آسمان پر حکمران القادر احکم الحاکمین ہے۔ کیا اس نے قرآن مجید میں الیس اللہ باحکم الحاکمین نہیں پڑھا۔ کیا اس نے کلام مجید میں فعال لما یرید نہیں دیکھا؟ پھر کس منہ سے کہہ سکتا ہے۔ کہ جھوٹا اور مفتری علی اللہ بھی کامیاب ہو جاتا اور مراد کو پالیتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ ایک شخص جھوٹا نبوت کا دعوی کر دے۔ کیونکہ یہ اس کا اختیاری فعل ہے۔ لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں۔ کہ اس دعوے کی سرسبزی اور کامیابی کے اسباب بھی خود ہی پیدا کرے۔ لوگوں کے دلوں پر تسلط جمائے۔ ان کو اپنے ساتھ ملائے۔ ان سے روپیہ کمائے۔ شہرت و عزت پائے؟ کیا وہ متصرف القلوب ہے یا متصرف علی القلوب کوئی اور ہستی ہے؟ بہر حال اگر مرزا صاحبؑ بقول محمد حسین بٹالوی مفتری علی اللہ تھے۔ اور ان کا مقصود بالذات روپیہ کمانا۔ جماعت بنانا۔ شہرت پانا تھا۔ تو وہ افترا علی اللہ کے ذریعہ ہرگز ہرگز اس مقصود کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ قانون الٰہی یہ بتا رہا ہے کہ انہ لا یفلح الظالمون اور مفتری علی اللہ اظلم ہوتا ہے۔ وہ کس طرح اپنی مراد دلی کو حاصل کر سکتا ہے۔ فتدبروا۔

"حضرت مرزا صاحبؑ کی مراد پوری ہوئی یا نہیں؟

جبکہ مفتری علی اللہ کا اپنی مرادوں میں ناکام رہنا بر عدے قرآن ظاہر ہو چکا۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بقول بٹالوی حضرت اقدس مرزا صاحبؑ (معاذ اللہ) جس حالت میں کہ مفتری علی اللہ تھے۔ تو وہ اپنی مراد کو پہنچے یا نہیں؟ ان کی مراد اور مقصود بالذات بھی ہم بٹالوی کے الفاظ میں اوپر نقل کر چکے ہیں۔ کہ یہ الہام و تجدید و مہدویت و مسیحائی کا دعوی بغرض حصول شہرت و زر ہے۔ گویا حضرت مرزا صاحبؑ نے پہلے اپنے خیال میں یہ مراد قائم کر لی۔ کہ کسی طرح روپیہ کمایا جاوے۔ دنیا میں شہرت حاصل کی جاوے

اور بہت سی جماعت اپنی مطیع و منقاد کر لی جاوے۔ ان تینوں مرادوں کو دل میں جما کر خلوت میں دل کے اندر ہی اندر تدبیریں اور تجویزیں سوچنے لگے۔ کہ کیا ذریعہ ان مرادوں کے حصول کا اختیار کیا جاوے۔ آخر کار بڑی سوچ بچار کے بعد یہ سمجھ میں آیا۔ کہ چلو خدا پر افترا کر کے جھوٹی نبوت و رسالت و ماموریت و مجددیت و مہدویت و مسیحیت کا دعویٰ کر دو۔ خدا کو کس نے جا کر پوچھنا ہے۔ کہ یہ تیرا مامور و مرسل ہے کہ نہیں۔ اور اس طریق سے روپیہ و شہرت و جماعت حاصل کر لو۔ مگر ان کو یہ کیا خبر تھی۔ کہ قادیان کے قریب بٹالہ میں ہی ایک شخص کو ان کے اس دلی خیال و مراد کا اور پھر اس کے حصول کے ذریعہ کا حال پورا پورا معلوم ہو جائے گا اور وہ سب تار و پود اکھیڑ دے گا۔ الغرض انہوں نے جھٹ بقول بٹالوی یہ دعویٰ کر دیا۔ دعویٰ کرنا تھا۔ کہ رفتہ رفتہ فلاح و کامیابی کے لئے جن جن اسباب کی ضرورت تھی۔ وہ سب کے سب مہیا ہوتے چلے گئے۔ نوبت تا باینجا رسید۔ کہ جو مقصود بالذات مرزا صاحبؑ نے دل میں جما رکھا تھا۔ اور جس کے حصول کا ذریعہ اس جھوٹے دعوے ماموریت کو بنایا تھا۔ اور خدا پر افترا کر کے جن مرادوں کو حاصل کرنا چاہا تھا۔ وہ سب مرادیں (زر۔ شہرت۔ جماعت) اسی ذریعہ سے حاصل کر لیں۔ جس دن دعویٰ کیا۔ اس دن مرزاؑ اکیلا تھا۔ جس روز واصل الی اللہ ہوا۔ اس روز کثیر جماعت اپنی مطیع و تابعدار چھوڑی۔ جس میں نئے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ اور پرانے فیشن کے عالم بھی۔ حکیم بھی ڈاکٹر بھی۔ تاجر بھی تھے۔ ملازم بھی عربی کے منتہی بھی۔ انگریزی عبرانی کے عالم بھی۔ غرضیکہ ہر فرقہ اور ہر درجہ کے لوگ۔ ان میں تھے۔ سنی بھی۔ شیعہ بھی حنفی بھی۔ وہابی بھی۔ عیسائی بھی ہندو بھی۔ سکھ بھی۔ آریہ بھی ہند و پنجاب کے بھی۔ اور غیر ممالک کے بھی۔ روپیہ اور مال۔ تحفہ و تحائف بھی اس قدر آئے۔ کہ بٹالوی کی سات پشتوں تک کو نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ شہرت و نام آوری کا تو کچھ حساب ہی نہیں۔ کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک شہرت پہنچ گئی۔ اس امر پر بھی ہم بٹالوی کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ بٹالوی مخذول اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے

صفحہ ۹ ۱۰ پر "فتنہ کادیانی نمبر ۲" کی سرخی سے بے ہودہ و نامعقول بکواس کرتا ہُوا لکھتا ہے۔ کہ :-

"اسلام کے حامیو! مسلمانوں کے پولیٹیشین اعیانو! ملک کے امن و بہی خواہو! آپ اس فتنہ کادیانی سے کیوں غافل اور بے فکر ہو رہے ہیں۔ ملک اور گورنمنٹ کو اس فساد کے انسداد کی تدبیریں کیوں نہیں بتاتے۔ ..... کیا آپ صاحبوں نے ہمارا مضمون فتنہ کادیانی نمبر ا نہیں دیکھا۔ اور اس میں کادیانی کے پاس ساٹھ ہزار اشخاص کا آنا اور ان کی مہمانداری میں دس ہزار روپیہ کے قریب صرف ہونا اور کادیانی کی ہشت سالہ میعاد کی پیشگوئی کرنا نہیں پڑھا۔" بلفظہ بقدر الحاجت

یہ حضرت اقدس میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کی تصدیق میرزا صاحبؑ کو مفتری علی اللہ کہنے والے نے ۱۸۹۲ء میں کی تھی۔ جبکہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو صرف دو تین سال ہوئے تھے۔ ۱۹۰۸ء سال وفات اور آج ۱۹۳۱ء بعد وفات کی کامیابی و بامرادی دیکھ سن کر تو بٹالوی کی روح قبر میں جل رہی ہوگی۔

مختصر یہ کہ جو مراد دلی حضرت مرزا صاحبؑ کی تھی۔ (جس کے لئے یہ دعویٰ کیا تھا۔ جس دعوے کو افترا علی اللہ کہا جاتا تھا۔ اسی دعویٰ کے ذریعہ وہ تمام مرادیں) پوری ہو کر آپ بفضلہ و بحولہ و قوتہ تعالیٰ فائز المرام اور بامراد و شادکام واصل الی اللہ ہوئے۔ جس سے بالصراحت و بالبداہت معلوم ہوگیا۔ کہ آپ مفتری علی اللہ نہ تھے۔ اگر مفتری علی اللہ ہوتے۔ تو بحکم آیت مندرجہ عنوان آپؑ ظالم و اظلم عند اللہ قرار پاکر حسب قانون الٰہی انہ لا یفلح الظالمون اپنی مراد کو نہ پہنچتے۔ اور نامراد رہ کر دنیا کو چھوڑتے۔ کوئی ہے۔ جو یہ ثابت کرسکے۔ کہ مرزا صاحبؑ کی اگر یہی مراد تھی۔ جو بٹالوی نامراد نے قرار دی ہے۔ کہ زرطلبی۔ نام آوری لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسانا یہ تینوں باتیں مدعی کو حاصل نہیں ہوئیں۔ نہ روپیہ اس کے پاس آیا۔ نہ دنیا میں شہرت

و ناموری پائی۔ نہ لوگ اس کے پھندے میں پھنسے ؟ کسی مخالف کا یہ حوصلہ نہیں۔ کہ بدلائل اس سے انکار کرے۔ دشمن سے دشمن کو بھی مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ بیشک یتمول مرادیں بلکہ اس سے زیادہ مرزا صاحبؑ کے اسی دعوٰی کے ذریعہ جس کا نام افتراء علی اللہ رکھا گیا ہے۔ بر آئیں۔ پس اگر باوجود حصول کامیابی کے بھی فلاح کے اصلی و حقیقی معنوں کے مصداق حضرت مرزا صاحبؑ نہیں۔ تو پھر بتاؤ۔ کہ اس کا مصداق کوئی کس طرح ہُوا کرتا ہے ؟

باب دوئم

حضرت مسیح موعودؑ کا آغاز و انجام

اختصار کے ساتھ اس باب میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتداء کیا تھی۔ اور انجام کیا ہُوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ابتدائی زمانہ

۱۸۷۹ء میں جبکہ آپ نے براہین احمدیہ تصنیف کرنی شروع کی۔ آپؑ ایسے گمنامی اور تنہائی کی حالت میں تھے۔ کہ خود قادیان والے بھی آپ سے چنداں واقف نہ تھے۔ بجز خاص خاص ہندوؤں اور چند دیگر لوگوں کے۔ اس وقت آپ براہین کا مسودہ لکھتے اور امرتسر ایک عیسائی کے پریس میں طبع کرانے کے لئے خود لے جاتے۔ وہاں جاکر پروف وغیرہ خود صحیح کرتے۔ پھر چھپے ہوئے فرمے واپس قادیان لاتے۔ اور اپنے ہاتھ سے پیکٹ بنا بنا کر خریداران براہین احمدیہ کے نام پوسٹ کرتے تھے۔ باہر سے لوگوں کے جو خطوط وغیرہ آتے۔ ان کے جواب اپنی قلم سے لکھ کر ارسال فرماتے۔ براہین کی خریداری کے لئے اشتہار شائع کرتے۔ مسلمانوں کو امداد براہین کے لئے توجہ دلاتے۔ اگر کوئی شخص دس روپے بھی آپ کو امداد براہین کے لئے بھیجتا۔ اس کا نام اشتہاروں میں بڑے شکریہ کے ساتھ

شائع کرتے۔ یہ وہ ابتدائی حالت ہے۔ جبکہ حضورؑ بحکم باری تعالیٰ مامور ہوئے تھے

مرزا صاحبؑ کے متعلق بٹالوی کی شہادت

براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر علماء زمانہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ ان پر ایک مصیبت آجاتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی مخالفت پر تحریریں اور تقریریں ہونے لگتی ہیں۔ اس مخالفت کے زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت مخفیہ کے ماتحت مولو محمد حسین بٹالوی کو جوابدہی مخالفین کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ اور محمد حسین سے براہین احمدیہ پر ایک مبسوط اور مفصل ریویو لکھاتا ہے۔ اور اس کی آئندہ آنے والی حالت کے لئے پہلے سے ہی اس کو جکڑ بند کر لیتا ہے۔ تاکہ جس وقت وہ مخالفت پر آمادہ ہو۔ اس کے سامنے اس کے حلفیہ بیان کو ہی بطور حجت پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ براہین احمدیہ پر ریویو کرتا ہوا حضرت مرزا صاحبؑ سے اپنی واقفیت کا یوں اظہار کرتا ہے۔ کہ:۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف (مرزا غلام احمد) صاحب ہمارے ہموطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا۔ کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے"۔

اس دعوی شناسائی کے بعد وہ براہین احمدیہ اور حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں

میں بہت ہی کم پائی گئی ہے"۔

براہین احمدیہ کی بے نظیری اور حضرت مرزا صاحبؑ کی بے مثالی کا اقرار کرنے کے بعد ریویو کے آخر میں مولوی بٹالوی صاحب نے یہ دعا کی ہے۔ کہ :۔

"اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب (براہین احمدیہ) کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے۔ اور اس کی برکات سے ان کو مالامال کر دے۔ اور کسی اپنے صالح بندہ کے طفیل اس خاکسار شرمسار گنہگار (محمد حسین) کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کتاب کی اخص برکات سے فیضیاب کر" (ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۷)

الغرض حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کا یہ نقشہ تھا۔ اور چند سال تک یہی حالت رہی۔ آپؑ خدا کی طرف سے مامور ہو چکے تھے۔ مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں خدا نے آپ کو کھلے اور واضح الفاظ میں مسیح موعود ہونے کا الہام کیا۔ اور بتایا۔ کہ مسیح موسوی جس کی انتظار لوگوں کو ہے۔ وہ تو فوت ہو چکا ہے مسیح موعود جو آنے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے۔ آپؑ نے ۱۸۹۱ء میں صاف اعلان کر دیا۔ کہ مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو چکا۔ وہ آسمان پر نہیں ہے۔ اور جس مسیح موعود کی اسلام میں پیشگوئی ہے۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور اس دعویٰ کے اثبات میں آپؑ نے فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن کو محمد حسین بٹالوی پڑھ کر فوراً مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور ۱۸۹۱ء میں بٹالوی نے آپؑ کے خلاف تمام ہندوستان اور پنجاب اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے کفر و ارتداد کا فتویٰ حاصل کر کے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں شائع کر دیا۔

بٹالوی کا تبختر و استکبار

اشاعت فتویٰ کفر کے ساتھ از راہ کبر و منی نہایت تعلی سے یہ لکھا۔ کہ :۔

"اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے۔ کہ وہ اس فتنہ قادیانی کو رد کرے۔ اور

وجہ عداوت

ہمہ تن اسی کے دعاوی کے رد کے درپے ہو۔ اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے۔ اس (قادیانی) کی موجودہ جماعت وجمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے۔ اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔ اگر اشاعۃ السنۃ کا ریویو براہین اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا۔ لہٰذا اسی اشاعۃ السنۃ (محمد حسین بٹالوی) کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا۔ کہ اس (محمد حسین) نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا۔ ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرادے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۴)

اس چھوٹے سے منہ سے ایسی بڑی بات کا نکلنا تھا۔ کہ خدا کی غیرت جوش میں آئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کا وقت آ گیا۔ اور اس فتویٰ کفر اور تعلّی شیخ بٹالی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نصرت کی بارش شروع ہو گئی۔ جس کا اقرار بدیں الفاظ بٹالوی نے "فتنہ کادیانی نمبر ۲" میں کیا ہے۔ کہ:۔

"اے خیر خواہان ملک وقوم اہل اسلام! کیا آپ صاحبوں نے ہمارا مضمون فتنہ کادیانی نمبر ۱ مندرجہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ نہیں دیکھا۔ اور اس میں کادیانی کے پاس سات ہزار اشخاص کا آنا اور ان کی مہمانداری میں دس ہزار روپیہ کے قریب صرف ہونا نہیں پڑھا۔"

یہ وہ پہلی قسط ہے۔ جو فتوے تکفیر کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی کے اس متکبرانہ دعوے کے جواب میں (کہ محمد حسین بٹالوی بذریعہ "اشاعۃ السنۃ" کادیانی کی موجودہ جماعت وجمعیت کو تتر بتر کرنے اور آئندہ مسلمانوں اور اہلحدیث کو

اس کی جماعت میں داخل ہونے سے بچا وے گا) قادر توانا خدائے ذوالجلال کی طرف سے صادر ہوئی۔ کہ ہزاروں مسلمان اور اہلحدیث کے بڑے بڑے عالم مثل حضرت حکیم الامتہ مولوی حاجی نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ اور سید محمد احسن صاحب امروہوی اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی وغیرہ مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آداخل ہوئے۔ اور ہزارہا روپیہ کا حاصل ہونا شروع ہو گیا

بٹالوی کی ناکامی و بے بسی ①

محمد حسین حضرت مسیح موعودؑ کی یہ روز افزوں ترقی دیکھکر آتش حسد میں جلنے لگا۔ اور کھسیانہ ہو ہو لوگوں کو حضرت اقدسؑ کے خلاف بھڑکا کر گورنمنٹ کو توجہ دلانے لگا جیسا کہ وہ لکھتا ہے۔ کہ :-

"اسلام کے حامیو! مسلمانوں کے پولیٹیشن اعیانو! ملک کے امن وہی خواہو۔ آپ اس فتنہ کادیانی سے کیوں غافل اور بے فکر سو رہے ہو۔ ملک اور گورنمنٹ کو اس فساد کے انسداد کی تدبیریں کیوں نہیں بتاتے" (اشاعۃ السنتہ جلد ۱۴ نمبر ۴ صفحہ ۱۰۹)

مرزا صاحبؑ کے خلاف مقدمات کی تحریک ②

اس کے بعد بٹالوی بار بار گورنمنٹ سے فریادی ہوا۔ کہ وہ مرزا صاحبؑ کو پکڑے سزا دے۔ وغیرہ وغیرہ مگر اس پر کچھ نتیجہ نہ نکلتا دیکھکر پھر انفرادی طور پر لوگوں کو حضرت اقدسؑ کے خلاف مقدمات کرنیکی تحریک کرتا رہا۔ چنانچہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کو لکھتا ہے۔ کہ :-

"اگر ہو سکے۔ تو کادیانی کی اس تحریر پر جوان کے حق میں مرزا نے لکھی ہے۔ اور اس میں نامناسب الفاظ درج کئے ہیں۔ قانونی چارہ جوئی کریں۔ تاکہ اس مسیح وقت کے

فیض سے جیل خانہ والے بھی فیضیاب ہوں۔ یہ خاکسار بھی اسی فکر میں ہے۔ مگر ہنوز بعض موانع موجب التوا ہیں"۔ (اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۸۸)

رئیس ہوشیار پوری نے بھی بٹالوی کی درخواست کو گوز شتر سے زیادہ وقیع نہ سمجھ کر ٹھکرا دیا۔ تو شیخ بطال نے اپنے روحانی فرزند میاں ثناء اللہ امرتسری پر زور ڈالا۔ کہ وہ مرزا صاحبؑ پر ہتک عزت کا دعویٰ کرے۔ کہ مرزا صاحبؑ نے اس کو کیوں جاہل لکھا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔ کہ :-

"ازانجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے دوست ہیں۔ اور میرے پیرو بھی ہیں۔ مرزا کو عدالت کی سیر کرائیں۔ اور گورنمنٹ کے عطا کردہ خطاب مولوی فاضل کی سخت توہین کی ہے۔ جس شخص کو گورنمنٹ مولوی فاضل کا خطاب دے۔ وہ جاہل کہلادے۔ تو ان خطابات کی کیا وقعت رہی۔ میرے دوست مولوی صاحب نے کچھ نہ کیا۔ تو ہم کو اشتہار دینا پڑے گا۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے دوستوں اور پیروان سے نہیں رہتے۔"

(اشاعت السنۃ صفحہ ۱۰۹ جلد ۲۰ نمبر ۴)

بٹالوی کا حکام سے واویلا

یہ وار بھی جب بے کار ثابت ہوا۔ تو بٹالوی نے جھنجھلا کر گورنمنٹ کو ایک اور طریق سے اکسایا۔ کہ :-

"گورنمنٹ کی اس لوچ بردباری کا نتیجہ وصلہ ہے۔ جو مرزا کی سالہا سال کی منہ زوریوں اور گورنمنٹ و مسلمان رعایا گورنمنٹ کے مسلم و مقدس پیشوا حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بدزبانیوں اور دشنام دہیوں پر وہ کر رہی ہے۔ اس دفعہ بھی گورنمنٹ نے سکوت اختیار کیا۔ اور مرزا سے جواب طلب نہ کیا۔ تو اس کا نتیجہ خوفناک نکلے گا۔" (اشاعت السنۃ نمبر ۱ جلد ۲۰ صفحہ ۲۲)

ناظرین! اس بیچارے خدا کے مارے بٹالوی کی حالت زار پر افسوس نہ کریں۔ بلکہ یقین کر لیں۔ کہ خدا کے فرستادہ کے مقابلہ میں جس غرور و نخوت سے یہ عاقبت نااندیش ظالم اٹھا تھا۔ اسی قدر ذلیل و خوار ہو کر اپنی ہر ایک مراد میں نامراد رہ کر زمین دوز ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب کوئی شنوائی کسی طرف سے اس کی نہیں ہوتی۔ تو لاچار ہو کر گورنمنٹ کو لکھتا ہے۔ کہ:۔

"گورنمنٹ سے ہم درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مرزا کو کسی پولیٹیکل یا جوڈیشل افسر کی عدالت میں طلب کر کے اس سے دو حرفی سوال کرے۔ کہ ہماری تجویز (طاعون) کا ٹیکہ لگانے کا کبھی تم نے خلاف کیا۔ اور اس تجویز کو غیر مفید کہا۔ اور تمام لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے روکا ہے یا نہیں؟ اگر وہ روکنے کا اقبال کرے۔ تو اس کو سزا دے۔ اور اگر روکنے سے انکار کرے۔ تو گورنمنٹ اس کو لعنت ملامت تو کرے۔ رعیت گورنمنٹ کی بھیڑوں کے مانند ہے۔ اور گورنمنٹ پاسبان۔ پس جب گورنمنٹ کو ثابت ہو۔ کہ یہ بھیڑیا فریب دے کر گورنمنٹ کی بھیڑوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور ان کے ڈل جو جان سے عزیز ہوتے ہیں۔ مار رہا ہے۔ تو پھر کیا گورنمنٹ کا فرض نہیں ہے۔ کہ وہ اس بھیڑئے سے اپنی بھیڑوں کو بچا وے۔

گورنمنٹ کو مرزا کا کچھ خوف یا لحاظ ہے۔ تو اس کے خلیفہ دوم یا سکرٹری ملا احسن امروہی ہی کو بلا کر کچھ فہمائش کر دے۔ ملا احسن امروہی کو بھی گورنمنٹ نے کچھ نہ پوچھا۔ تو پھر مرزا اور اس کے حواریوں کے پو بارہ ہیں۔ اور پانچوں گھی میں ہیں۔ وہ جو چاہیں۔ سو کریں"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ نمبر ۴ صفحہ ۱۰۳)

(۹) بٹالوی کی اہلحدیث سے فریاد

اس پر بھی گورنمنٹ نے بٹالوی کی فریاد نہ سنی۔ تو بد قسمت بٹال نے اپنی اہلحدیث برادری کو پکارا۔ اور مولوی نذیر حسین دہلوی ملقب بہ شیخ الکل کے خاندان کو ابھارا۔ کہ مرزا

صاحبؑ پر نذیر حسین بٹالوی کی توہین کا دعویٰ کریں۔ کہ مرزا صاحبؑ نے نذیر حسین کو ہامان کہا ہے۔ مگر اس میں بھی یہ فرعون بٹالہ نامراد ہی رہا۔ اور اپنی نامرادی کا اس طرح اقرار کیا۔ کہ!۔
" جب مرزا نے قادیانی اخباروں میں (نذیر حسین) کی اس توہین کا ارتکاب کیا تھا۔ تو ہم نے شیخ الکل کے جانشین پوتے سید عبدالسلام صاحب کو استغاثہ پر مستعد کیا تھا اس کے بعد بعض اہلحدیث۔ لاہور کو مستعد استغاثہ کیا۔ مگر معلوم نہیں۔ کہ انکی غیرت اسلامی کیوں دب گئی۔ اور کیوں سب کی رگ حمیت کٹ گئی۔
اب بھی اعیان اہلحدیث پنجاب و ہندوستان یہ توہین سن کر چپ ہو رہیں گے تو یہ ثابت کر دیں گے۔ کہ ان میں درحقیقت اہلحدیث کوئی بھی نہیں۔ اور نہ کسی میں اسلامی غیرت دینی حمیت پائی جاتی ہے۔ اس صورت میں وہ اہلحدیث کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے۔ اور وہ اسی بدنام کے سزاوار سمجھے جائیں گے۔ جس سے ان کے مخالف۔ ان کو نامزد کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں ہم بھی حمایت اور وکالت چھوڑ دیں گے۔" (اشاعت السنۃ نمبر ۴ جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۱)
آہ! کس قدر عبرتناک حالت ہے۔ کہ بٹالوی کی تو فریاد کرتے کرتے زبان شل ہو گئی۔ قلم گھس گیا۔ کاغذ سیاہ کر دیئے۔ مگر کوئی بھی اس کی آواز کو صدا اوخر یا گوز شتر سے بڑھ کر وقعت نہیں دیتا۔ وائے ناکامی و بدنامی کہ تو نے تمام دنیا کو چھوڑ کر ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے گھر ہی ڈیرہ ڈال لیا ہے۔ اور یہ مصیبت یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی۔ آگے اور بھی سن لیجئے:۔

(۵) بٹالوی کا گورنمنٹ کو اکسانا

زلزلہ کے متعلق جب حضرت صاحبؑ نے از راہ ہمدردی خلائق کئی اشتہار شائع کئے۔ تو بٹالوی عمامہ سنبھالے پھر گورنمنٹ سے ادب کے ساتھ فریادی

ہوتا ہے۔ کہ:۔

"ہم گورنمنٹ کو بادب وانکسار اس ایذارساں خلائق (مرزا صاحبؑ) کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیشگوئی میں مرزا دروغگوئی اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذارسانی کا مرتکب ہوا ہے۔ تو گورنمنٹ اس سے عدالت کے ذریعہ جواب طلب کرے۔ پھر اگر الزام تخویف مجرمانہ یا نقص امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہو تو ان جرائم کی اس کو سزا دے۔ تاکہ حکم جہاں پاک کی مثل صادق آوے۔

اور اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے۔ یا جو اس کے مرید پلیڈر رکھتے ہیں۔ بری ہو جائے۔ تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرار نامہ ۲۴ فروری ۹۹ء کے دستاویز سے ایسی پیشگوئیوں سے اس کو روکے۔ اور اگر اس اقرار نامہ کو بھی وہ اور اس کے پلیڈر مرید قانونی زور سے بے اثر ثابت کردیں۔ تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹیکل مصالح ملکی کی نظر سے ہی اس کو ایسی فتنہ انگیز پیشگوئیوں سے روک دے اور اگر پولیٹیکل کارروائی کو بھی وہ لوگ چلنے نہ دیں۔ تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منت خوشامد سے کام لے۔ اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا۔ تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہیں۔ ہمارا جو کام تھا۔ ہم نے پورا کردیا۔ خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔"

(اشاعت السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۵)

کس قدر بٹالوی کی جان مصیبت میں ہے۔ بیچارا چیختا چیختا تھک گیا۔ گورنمنٹ کو اکساتا اکساتا جاں بلب ہو گیا۔ اپنوں بیگانوں کو ابھارتا ابھارتا مر رہا۔ مگر بدنصیب ظالم کی کوئی پیش نہیں جاتی۔ تو تنگ آکر لکھتا ہے۔ کہ اب

"اس کا اپیل بجز خدا تعالےٰ کے کس کے آگے کریں۔ اے خدا تو گورنمنٹ ہی کو ہدایت کر۔ اور مظلوم رعایا کی باتوں کو سننے والے کان۔ دیکھنے والی آنکھ۔ ان کی حالت کو دیکھنے والا دل عطا فرما۔

اگر گورنمنٹ توجہ کرے۔ تو میں (محمد حسین) اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہو کر اس امر کو ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوں۔"

(اشاعت السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲۰ صـ۳۳۱ـ)

⑩ بٹالوی کی وائسرائے سے نالہ وزاری

اس پر بھی جب نہ تو گورنمنٹ نے ہی کان دیا۔ اور نہ خداوند کریم نے ہی اپیل کو سنا۔ تو نامراد بٹالوی نے ایک "کھلی چٹھی" بنام وائسرائے ولفٹنٹ گورنر لاہور بدیں مضمون ارسال کی۔ کہ:۔

"حضور والا! مرزا کا مقصود صرف دھمکانا۔ اور ڈرانا اور جبرًا لوگوں کو اپنے مذہب میں لانا ہے۔ اس امر کا ثبوت خاکسار کے مضامین میں کافی موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی امر دریافت طلب ہو۔ تو خاکسار (محمد حسین) سے استفسار فرما کر کرشن قادیانی سے جواب طلب کرے۔ اور اگر گورنمنٹ اس کی دھوکہ دہی کی تحقیقات جوڈیشل طور پر بذریعہ عدالت کرنا چاہے۔ تو اس کا ثبوت پیش کرنے کے لئے خاکسار حاضر ہونے کے لئے تیار و مستعد ہے۔ اور اگر گورنمنٹ نے اس کا کچھ نوٹس نہ لیا۔ جیسا کہ عام خیال ہے تو اس سے نادانوں اور بے علموں میں اس کی پیشگوئیوں کا اعتبار بڑھ جاوے گا جس سے عام رعایا اور گورنمنٹ کو نقصان پہنچے گا۔"

(اشاعت السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲۰ صـ۳۴۴ ۱۹۵ء)

پیارے ناظرین! آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اس دشمن خدا اور رسول نے اپنے ناخنوں تک زور لگا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نابود کرنے کی سر توڑ کوشش کی۔ گورنمنٹ کو ہر موقعہ پر ہر طریق سے اکسایا۔ دوسرے لوگوں کو فردًا فردًا بھڑکایا۔ کہ مرزا صاحبؑ کے خلاف گورنمنٹ اور حکام وقت کے پاس جائیں۔ آپؑ پر مقدمات ہتک عزت

عزت کے کریں۔ پھر اپنے ہمخیال اہلحدیث کو اٹھایا۔ کہ وہ ہی نالشات کریں۔ کہ کسی طرح مرزا صاحبؑ کو سزا ہو جائے۔ حتیٰ کہ خود بھی عیسائیوں کی طرف سے مارٹن کلارک پادری امرت سری کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف گواہی دینے کے لئے گیا۔ اور گواہی دی۔ پھر مناظرات۔ اور مباحثات کے ذریعہ بھی اس نے ہاتھ پیر مارے اور اپنے رسالہ اشاعت السنتہ کو تو اول سے لے کر آخر تک خاص حضرت صاحبؑ کے خلاف مضامین لکھنے میں ہی پر کرتا رہا۔ غرض کوئی کسر اس نے مخالفت میں نہیں رکھی۔ مگر بد قسمت انسان کو یہ نہ سوجھی۔ کہ اگر مرزا صاحبؑ خدا کے فرستادہ نہ ہوتے۔ تو اس کی سعی بے کار نہ جاتی۔ خدا خود اس کی مدد کرتا۔ کیونکہ یہ ایک دشمن اسلام کو تباہ کرنے کے لئے مخلوق الٰہی کو بچانے کے واسطے سب کچھ کر رہا تھا۔ خدا خود اس کی نصرت کرتا جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔ کہ ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے۔ تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اس کی ساری کوششیں بار آور اور بامراد ہوتیں مگر ہوا کیا۔ اس کا ہر ایک منصوبہ خاک میں ملتا گیا۔ اور ساری مساعی ضل سعیکم فی الحیوٰۃ الدنیا کا پورا مصداق بن کر خسر الدنیا والآخرۃ ہو گیا۔ اور ہر ایک طرف سے ناکام و نامراد رہ کر عند اللّٰہ ظالم قرار پا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی پر ترقی ہوتی گئی۔ اور یہ ترقی اس دعویٰ ماموریت و مسیحیت و وحی والہام سے ہی ہوئی جس کا نام محمد حسین افتراء علی اللہ رکھتا تھا۔

مرزا صاحبؑ کی کامیابی پر بٹالوی کی گواہی

خود بٹالوی نے بھی اس کو مان لیا۔ کہ:۔

"مرزا غلام احمد نے ایک اور روپ ولی اور نبی بننے کا جمایا۔ اور وحی والہام کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا۔ اور اس ذریعے سے بہت سے گانٹھ کے پوروں کو

اپنے دام میں پھنسایا۔ اس لئے مالدار لوگ آپ کے مرید بن گئے۔ اور کافی سے زیادہ روپیہ آپ نے جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ سرکار کو بھی ان کی آمدنی دیکھکر انکم ٹیکس وصول کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اور آپ پر ٹیکس لگایا گیا۔ جو وہ بھی ایک مسلمان افسر کی مہربانی سے اٹھ ہی گیا۔"

(اشاعت السنۃ نمبر ۸ جلد ۲۰ صفحہ ۲۴۷)

کیا حضرت مرزا صاحبؑ کی کامیابی کا بذریعہ اسی دعویٰ وحی والہام و رسالت کے حاصل ہونا نہیں مانا گیا؟ کیا بٹالوی نے تسلیم نہیں کیا۔ کہ مرزا صاحبؑ نے بقول اس کے افتراء علی اللہ کے ذریعہ ہی لوگوں کو اپنا غلام بنایا۔ مالداروں کو اپنا دعویٰ منوایا۔ اور کافی سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا؟ کیا محمد حسین کا یہ متکبرانہ دعویٰ کہ (محمد حسین کا فرض ہے۔" اس کی موجودہ جماعت کو تتر بتر کرے۔ اور آئندہ مسلمانوں کو اس کی جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔") مرزا صاحبؑ کو بڑی عظیم الشان جماعت اور مال کثیر عطا فرما کر اور دنیا میں شہرت دیکر اس کی زبان و قلم سے ہی خاک میں ملا کر باطل نہیں کر دکھایا؟ کیا خدا کا یہی قانون اور سنت اللہ یہی جاری ہے۔ کہ جو شخص خدا پر افترا کر کے جھوٹا دعویٰ وحی والہام پانے کا کرتا ہے وہ اس افتراء کے ذریعہ ہی اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے۔ اور دکان چلا لیتا ہے؟ کیا آیت و من اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظٰلمون کا یہی منشاء ہے۔ کہ مفتری علی اللہ جو بڑا ظالم ہے۔ وہ اپنی مراد کو افتراء علی اللہ کے ذریعہ ہی حاصل کر لیتا اور خدا پر جھوٹ باندھ کر بھی بامراد ہو جاتا ہے؟ اگر اس آیت کا یہی منشا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا بامراد نہیں ہوتا۔ تو بٹالوی بد مقال کا یہ لکھنا۔ کہ:۔

"ہزاروں روپیہ کا مرزا کے پاس آنا اور اس کے تابعین کا نمبر بڑھتے جانا مرزا کے حق ہونے کی دلیل نہیں۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ نمبر ۴ صفحہ ۱۲۲)

صریح کذب و بے حیائی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے انعام کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔ کہ ووجدک عائلا

فاغنیٰ ہم نے تجھ کو مفلس سے مالدار بنا دیا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ ارایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر دعویٰ نبوت و الہام و وحی کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مفلس سے مالدار ہو جانا اور کثرت سے آپ کے تابعین کا نمبر بڑھتے جانا آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ تو احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اسی قسم کے دعویٰ الہام و وحی و نبوت کے بعد کثرت سے روپیہ آنا اور آپؑ کا مالدار ہو جانا۔ اور آپؑ کی جماعت کا نمبر روز افزوں بڑھتے جانا کیوں آپؑ کی صداقت کی دلیل نہیں؟ پھر بدبخت بٹالوی اپنی ناکامی نامرادی اور حضرت مرزا صاحب کی کامیابی و بامرادی پر اس طرح گواہی دیتا ہے۔ کہ:۔

"مرزا کا یہ حال ہے۔ کہ اول تو اس کا بہت کام مفت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مرید ہی وکیل و مختار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اس کو چندہ کی ضرورت پڑے۔ تو ایسے مواقعہ پر اس کے ہاں اس قدر چندہ کی بھرمار ہو جاتی ہے۔ کہ گویا ایک تجارتی سبیل نکل آتی ہے۔ دس روپیہ کی ضرورت پیش آوے۔ تو سو روپے جمع ہو جاتے ہیں۔ اہلحدیث اس کے مقابل میں کھڑے ہوں۔ تو پہلے معقول چندہ جمع کر لیں۔ یہی امر اب تک مانع نالش رہا۔ ورنہ اہلحدیث کبھی کے نالش کر دیتے۔" (اشاعت السنۃ نمبر ۴ جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۱)

اللہ! اللہ!! یہ وہ فضل ہے۔ جس کی دشمن بھی الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے مطابق گواہی دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کس قدر بدقسمتی ہے۔ کہ احباء اللہ کے مدعیان میں سے حزب الرحمان کا ایڈووکیٹ معہ اپنے تمام حامیوں کے بقول خود ایک عدو اللہ اور حزب الشیطان کے مقابلہ میں نکلتا ہے۔ مگر وہ ہر طرح کی ناکامی اور مایوسی اور بدبختی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جس کو حزب الشیطان اور عدو اللہ کہتا تھا۔ وہ بڑھتا اور غلبہ پر غلبہ پاتا جاتا ہے۔ پھر حزب الرحمان کا ایڈووکیٹ اگر چاہتا ہے۔

کہ مرزا کو گرا دے۔ اور اس کے لئے اپنے تمام احزاب کو للکارتا ہے۔ تو سب کے سب ایسی چپ سادھ لیتے ہیں۔ کہ گویا مر گئے۔ اور جب روپیہ پیسہ کا سوال آتا ہے۔ تو کوڑی تک نہیں ملتی۔ ادھر جس کو مفتری علی اللہ اور دشمن اسلام درسول بتاتا ہے۔ وہ اگر دس روپے مانگے۔ تو سو ملتے ہیں۔ بلکہ بہت سے کام مفت نکلتے ہیں۔ کیا قرآن مجید میں الا اِنَّ حزبَ اللہ ھُمُ الغالبون آیا ہے۔ یا الا ان حزب الشیطٰن ھُمُ الغالبون فرمایا ہے؟

مسیح موعودؑ کیساتھ خدا کی نصرت

اوپر یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی حالت کیا تھی۔ جبکہ حضور مامور ہوئے تھے۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی پوری طاقت سے ہر ایک تیر اپنی کمان سے حضرت اقدسؑ کے خلاف چلا کر انجام کار دیکھ لیا۔ کہ اس سے حضرت مرزا صاحبؑ کا ایک بال بیکا نہیں ہوا۔ اور حضور بفضلہ تعالےٰ روز افزوں سرسبز اور کامیاب ہوتے گئے۔ مگر بٹالوی ہر ہر مرحلہ پر خسر الدنیا والآخرۃ کا ہی مصداق بنتا گیا۔

الغرض جب حضورؑ خدا کی طرف سے تاج رسالت پہن کر مامور ہوئے۔ اور سب سے پہلے محمد حسین ہی پوری قوت کے ساتھ آپؑ کی مخالفت پر کھڑا ہو گیا۔ تو خدا نے اپنی نصرت کی بارش حضرت صاحبؑ پر برسانی شروع کر دی۔ سب سے اول آپؑ کو اپنی صداقت اور اظہار دعوٰی کے لئے ایسے انصار کی ضرورت تھی۔ کہ جو مختلف زبانوں میں حضورؑ کے دعاوی اور دلائل دوسروں تک ترجمہ کر کے پہنچا دیں۔ اور آپؑ کے کام میں مدد دیں۔ اور یہ ضرورت تھی۔ کہ پریس بھی اپنا ہو۔ جس کے ذریعہ حضورؑ کی تبلیغ اور دیگر تصانیف کی اشاعت ہو سکے۔ اس کے لئے خدا نے آپؑ کو انگریزی دان گریجویٹ۔ عربی خواں علماء عبرانی جاننے والے فاضل عطا کئے۔ جنہوں نے انگریزی

اور عربی میں حضورؑ کی تبلیغ بیرون ممالک میں پہنچائی۔ اور اپنے محض فضل سے پریس بھی عطا فرمادیا۔ جس میں حضورؑ کی تصانیف اور اشتہارات طبع ہو ہو کر دنیا میں شائع ہونے لگے۔ اور ایسے خادم بخشے۔ جو جان و مال اور تمام اوقات کو آپؑ کی خدمت میں صرف کرنے والے تھے۔ حضرت حکیم الامتہ نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت مخدوم الملت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مخدوم مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سلمہ اللہ اور مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم و مغفور اور حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب فاضل عبرانی سلمہ اللہ اور جناب مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم اور جناب مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے۔ ایل ایل۔ بی وغیرہم جیسے قابل گھر بار چھوڑ چھاڑ کر حضورؑ کی خدمت میں آحاضر ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بالمقابل محمد حسین بٹالوی کی بدنصیبی بھی رات دن بڑھتی چلی گئی۔ وہ سامان وہ اسباب۔ جو اس کو آپ کی مخالفت میں مدد و معاون ہو سکتے دن بدن مفقود ہونے لگے اس کا وہ رسالہ اشاعتہ السنتہ جو مخالفت سے قبل پورے زور سے اچھے پیمانہ پر مقبول عام ہو رہا تھا۔ اس کی اشاعت کم ہونے لگی۔ اس کی کتابت کرنے والوں اور چھاپنے والوں کا قحط ہو گیا۔ کوئی اس کو لکھنے اور چھاپنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ اپنوں کی طرف سے بھی دھتکار اور پھٹکار پڑنے لگی۔ آخر بجائے ماہوار نکلنے کے سہ ماہی اور پھر ششماہی پھر سالانہ پھر سہ سالہ نکلنا شروع ہوا۔ کوئی ایسا مددگار نہ ملا۔ جو اس کا ہاتھ بٹاتا۔ کسی انگریزی اور عربی اور عبرانی دان کا تو نام تک بھی بیچارے کو سننا نصیب نہ ہوا۔ چہ جائیکہ کوئی قوت بازو بن کر اس کے کام میں مددگار ہوتا۔ نہ آخر دم تک اس کو اپنا پریس ہی ملا۔ اور نہ کاتب۔ ہمیشہ دوسرے مطابع کا ہی دست نگر رہا۔ وہ بھی بالآخر سب جواب دے گئے۔ خود اپنے جو بال بچے تھے۔ وہ بھی دشمن جان بن گئے۔ غرضیکہ بدقسمتی اور بدبختی کے جتنے مراحل ہو سکتے ہیں۔ وہ سب کے سب بٹالوی نے طے

کر دیئے۔ جن کا انشاء اللہ باب سوم میں تفصیل وار ذکر کروں گا۔

ادھر دارالامان قادیان میں پریس امرتسر سے اٹھا کر آپؑ کا ایک غلام لے آتا ہے اور حضورؑ کے غلاموں میں شیخ یعقوب علی صاحب تراب جیسا قابل مضامین نگار اور ہونہار انسان داخل ہو جاتا ہے۔ اور امرتسر سے ۱۸۹۶ء میں الحکم نام سے ایک اخبار حضورؑ کی تبلیغ کے لئے جاری کرتا ہے۔ جو تھوڑے سے ہی دنوں بعد خود ہجرت کر کے وہ قادیان آ گئے۔ اور الحکم بھی ساتھ ہی لائے۔ جو بڑی شان و شوکت سے دارالامان سے ہی تبلیغ سلسلہ احمدیہ کے لئے نکلنے لگا۔ پھر ۱۹۰۲ء میں ممالک مغربی میں تبلیغ احمدیت کے لئے انگریزی میں اور انڈیا کے واسطے اردو میں دو رسالے جاری ہوئے اور اسی سال دوسرا اخبار البدر نام قادیان سے حضورؑ کی اشاعت کے لئے نکالا گیا۔ علاوہ ازیں زائرین اور خادمین کی اس کثرت سے آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کہ قادیان میں ایک بڑا مہمانخانہ تعمیر کیا گیا۔ اور لنگر قائم ہو گیا جس میں ہزارہا روپیہ خرچ ہونے لگا جو تمام حضور علیہ السلام کے خدام بھیجتے تھے۔ پھر دینیات کے لئے عربی مدرسہ اور انگریزی تعلیم کے واسطے ایک ہائی سکول قومی امداد سے تعمیر ہوئے۔ جس کی مثال آج ہندوستان بھر میں نہیں ہے۔ اور آج جامعہ احمدیہ اور گرلز سکول و کالج نسوان بھی قائم ہیں۔ الغرض وہ تمام اسباب جو حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے دعویٰ کی اشاعت اور تبلیغ کے واسطے ضروری تھے۔ وہ سب کے سب خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق مہیا فرما دیئے۔ روزانہ درس خوانی کے لئے نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ جیسا عالم عاشق قرآن اور عبدالکریم رضی اللہ عنہ جیسا شمشیر قلم اور فصیح البیان بلیغ اللسان انسان غلامی میں دے دیا۔ اور لطالومی کے تمام ذرائع و وسائل منقطع کرنے شروع کر دیئے۔ فللہ الحمد۔

یوم دعوت و ایام بعثت سے لیکر آج تک مخالفین نے ایڑی سے لیکر چوٹی تک

زور لگا کر دیکھ لیا۔ کہ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کو وہ ایک قدم پیچھے نہ ہٹا سکے اور آپؑ کے دشمن ہار۔ جھک مار تھک کر کچھ تو زندہ در گور اور کچھ مر کر در گور ہو گئے اول المکفرین بٹالوی نے اپنی آنکھوں سے حضور علیہ السلام کا عروج اور اقبال دیکھ لیا۔ بٹالوی نے اپنی زندگی میں اپنے حریف مقابل خدا کے فرستادہ کے تخت گاہ اور حرم کو آباد و بامراد اور اپنا گھر اور در ویران و برباد ملاحظہ کر لیا۔ مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں بجز رسوائی دنیا و آخرت کے اس نے کچھ نہ پایا۔ مسیح موعود علیہ السلام تاج کامرانی پہنے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے لاکھوں کی تعداد کو اپنے دعاوی منوا کر اور کروڑوں کی گنتی میں روپیہ کما کر اور لازوال شہرت اور عزت دنیا اور دین میں پا کر اور پیشوائے عالم کہلا کر ایک گمنام بستی قادیان کو گلزار اسلام اور مرجع خلائق بنا کر اور اپنی نسل کو بڑھتا ہوا اور اپنے دشمنوں کو قطع النسل اور ابتر پا کر اور مخالفین کی اولادوں کو ناخلف اور ناہنجار اور آوارہ دکھلا کر ۲۶ ؍ مئی ۱۹۰۸ء کو خدا سے جا ملا (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

باب سوم

بٹالوی کا عروج و اقبال و تباہی و زوال

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

بٹالوی نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے خلاف یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ مرزا صاحبؑ کے تمام دعاوی مفتریانہ ہیں۔ اور وہ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے لوگوں سے روپیہ کمانا۔ اور شہرت حاصل کرنا اور ایک جماعت بنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں محمد حسین بٹالوی اس کی جماعت کو تتر بتر کر دوں گا۔ جیسا کہ باب اول میں اس کا دعویٰ نقل ہو چکا ہے۔

بٹالوی کی مرادِ دلی

بٹالوی کے اس دعویٰ سے جس کو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔ اس کا مقصود بالذات سمجھ لینا آسان ہے۔ کہ یہ مکذب صرف یہ چاہتا تھا۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا جو مقصود بالذات ہے۔ وہ ان کو حاصل نہ ہو۔ یعنی نہ مسلمانوں کا روپیہ ان کے ہاتھ آوے نہ مسلمانوں میں سے کوئی ان کی جماعت میں داخل ہو۔ نہ ان کی عزت و شہرت و وجاہت لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاوے۔ یہ ہے بٹالوی کا اصل مدعا اور مرادِ دلی و مقصد قلبی حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف۔ یہ بیچارا نیک نہاد نہ تو اپنی شہرت چاہتا تھا۔ نہ روپیہ ہی کمانا اس کا مقصود تھا۔ اور نہ جماعت بنانا ہی اس کی مراد تھی۔ یہ تو صرف لوگوں کے روپیہ اور کمائی کو ان کی جانوں اور مالوں کو ایک خدائی فوجدار کے پھندے اور ہاتھ سے بچانا چاہتا تھا۔ دگر ہیچ۔ اس اپنی مراد کو اپنے دل میں قائم کر کے حسب اقتضاء فطرت بڑی سوچ بچار کے بعد کہ کن کن طریقوں سے یہ مراد بر آسکتی ہے۔ یہ راہ نکالی۔ کہ تحریرات۔ تقریرات اشتہارات۔ اشتہارات۔ مواعظ و نصائح۔ کتب و رسالجات۔ کے ذریعہ سے یہ مراد حاصل کی جاوے۔ لہذا اس تدبیر پر اس نے فوراً عمل کر دیا۔ پہلے مباحثہ و مناظرہ کی ڈینگیں ہانک کر آخر کار اپنی پوری طاقت کو اور علم کو اور زبان کو اور قلم کو "اشاعتہ السنتہ" میں خرچ کر کے اپنے رسالہ کو اسی کام کے لیئے مخصوص کر کے تکذیب آیات اللہ و یصدون عن سبیل اللہ پر کمر باندھ لی۔ پس مرادِ دلی اور مقصود بالذات تو بٹالوی کا یہ تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے پاس نہ روپیہ جاوے۔ نہ لوگوں کو وہ اپنے جال میں پھنسائے۔ نہ ان میں عزت و شہرت پائے۔ اور اپنی ان ہر سہ مرادوں میں مرزا ناکام و نامراد رہ جاوے۔ اور اس مراد و مقصود کے حصول کا ذریعہ اس نے اشاعت السنتہ کو ٹھیرایا۔ گویا اصل مراد لوگوں کے جانوں اور مالوں کو مرزا صاحبؑ سے بچانا۔ اور مرزا

صاحب سے بچانا۔ اور مرزا صاحب کی شہرت کو مٹانا گھٹانا تھا۔ اور اسباب اس کے حصول کے اشاعۃ السنتہ کو بنایا تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ اس کی یہ مراد اس ذریعہ یا کسی اور طریق سے پوری ہوئی۔ یا وہ نامراد رہ کر انه لا یفلح الظلمون کے نیچے آکر ظالم قرار پاکر مکذب آیات اللہ بن گیا۔

بٹالوی کی نامرادی

اس کے لئے امورات ذیل کا دریافت کرنا ضروری ہے۔ ان امورات میں سے جس حد تک وہ کسی امر میں بھی کامیاب ہُوا ہو۔ اسی قدر اس کی کامیابی کی دلیل ہو گی۔ اور اگر کسی میں بھی وہ بامراد نہیں ہُوا۔ تو لاریب وہ خسر الدنیا کے خسران مبین میں گرفتار ہو کر ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا کا پورا مصداق کہلائے گا۔ اور عند اللہ اور عند الناس وہ مکذب آیات اللہ کا صحیح معنوں میں ماثل پائے گا۔ چنانچہ وہ امورات یہ ہیں۔

(۱) یا تو سرے سے ہی اس کی تحریروں اور کوششوں نے مسلمانوں کو مرزا صاحب کی عزت و شہرت کرنے سے روک دیا ہو۔ تو یہ بامراد کہلائے گا۔

(۲) اگر سرے سے نہیں روکا۔ تو جو لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکے۔ اور روپیہ دے چکے۔ اور آپ کی عزت و شہرت کر چکے تھے۔ وہ ہی اس کی سعی سے واپس آگئے ہوں تب بھی یہ کسی حد تک بامراد کہلا سکتا ہے۔

(۳) اگر وہ تمام واپس نہ آئے ہوں۔ تو ان میں سے نصف بھی اگر اس سے آ ملے ہوں تب بھی یہ کچھ کامیاب کہلا سکتا ہے۔

(۴) اگر نصف نہیں۔ تو ثلث یعنی تیسرا حصہ بھی ان میں سے اگر اشاعت السنتہ کے بلاوے پر واپس آگئے۔ تب بھی یہ کسی قدر کامیاب سمجھا جائے گا۔

(۵) اگر تہائی نہیں۔ تو خیر چوتھائی ہی اس کی دعوت پر لبیک کہہ کر اس کے پاس پہنچ گئے ہوں۔ تب بھی اسے قدرے کامیاب سمجھو۔

(۶) اگر چوتھائی نہیں۔ تو کم از کم دس فی صدی ہی اگر اس سے آملے ہوں۔ تو بھی خیر ہم کامیاب ہی کہہ دیں گے۔

(۷) جانے دو۔ ہم تو بطور تنزل یہاں تک بھی جا سکتے ہیں۔ کہ اگر بٹالوی کی ان تمام جانفشانیوں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ صرف ایک سو احمدی بھی معاذ اللہ مرتد ہو گئے ہوں۔ یعنی یوم مخالفت سے لے کر آج ۱۹۳۱ء تک ہی سہی۔ تب بھی ہم اسکی تمام کوشش وسعی کو ٹھکانے لگی سمجھ کر بٹالوی کو کامیاب اور بامراد مان لیں گے۔ کوئی ہے۔ جو بٹالوی کی کوشش کے ثمرات اور نتائج اس کی مراد کے مطابق صرف ایسے ایک سو مصدق احمدیوں کے نام شائع کر کے جو بٹالوی کی کوشش سے مکذب بن گئے ہوں۔ مفلح و بامراد کہلا کر کامیابی کا تاج بٹالوی کے سر پر پہنا دے۔

(۸) ہم یہاں تک بھی اجازت دیتے ہیں۔ کہ جو لوگ سلسلہ میں داخل ہو چکے گو ان میں سے کوئی اس کی کوششوں سے مرتد ہو کر واپس نہ آیا ہو۔ اگر آئندہ ہی لوگوں نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر مسیح موعودؑ کی غلامی میں آنا چھوڑ دیا ہو۔ تب بھی ہم بٹالوی کو دعا نیتی پاس کر دیں گے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ

کوئی ہے؟

جو ایک سو ایسے احمدیوں کے نام شائع کرے۔ جو اس کی کوشش اور زندگی بھر کی سعی سے مرتد ہو کر غیر احمدی بن گئے ہوں۔ یا آئندہ ہی داخل سلسلہ ہونا بند ہو گیا ہو۔ کوئی نہیں ہرگز نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے روحانی عاق شدہ فرزند امرتسری میاں ثناء اللہ میں بھی دم نہیں۔ کہ وہی اپنے روحانی باپ آنجہانی کی کچھ مدد کر سکے۔ ضعف الطالب والمطلوب۔ پس جبکہ نہیں۔ تو جان لو۔ کہ بٹالوی

مکذب اظلم ہے۔ اور بموجب حکم انہ لا یفلح الظالمون نامراد ناکام رہ کر مکذب آیات اللہ کی فہرست میں عنداللہ وعندالمومنین داخل ہو چکا۔ ربنا لاتجعلنا منھم۔ آمین

الغرض زمانہ جانتا ہے۔ کہ وہ ہر طرح پورے معنوں میں نامراد اور ناکام رہا۔ اور اس کی کوئی مراد بھی بر نہیں آئی۔ نہ مرزاؑ کی جماعت کو کم کر سکا۔ اور نہ آئندہ داخل ہونے والوں کو روک سکا۔ نہ روپیہ پہنچنے سے مرزاؑ کو محروم کر سکا۔ نہ اس کی عزت اور شہرت اور وجاہت کو دنیا سے مٹا سکا۔ لہذا ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا کا عین مصداق ہو کر اس کی تمام کوششیں اور دوڑ دھوپ اکارت ہو گئیں۔ اور خسران مبین کا سیاہ داغ اس کی لمبی ناک پر ایسا لگ گیا۔ جس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا رہا۔

اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کیا۔ دنیا بھی ہاتھ نہ آئی۔ عاقبت بھی برباد کی۔ اور دنیا سے بھی نامراد اور ناشاد ہی گیا۔ اب ہم اس کی مکمل رپورٹ ناظرین کو سنائیں گے کہ بٹالوی کی ابتدا کس شان کی تھی۔ اور پورے واقعات آفتاب کی طرح ایسے بیان کریں گے۔ کہ قیامت تک دنیا اس کی حالت کو پڑھ کر عبرت حاصل کرے گی

بٹالوی کی ظاہری شان

۱۸۷۰ء میں بٹالوی کا نام لوگوں میں آنے لگا۔ کیونکہ اہلحدیث یعنی وہابی گروہ کا اس وقت بہت چرچا تھا۔ اور ہندوستان میں جا بجا یہ فرقہ آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام پر مساجد اور مجالس میں ہر حنفی خاص وعام سے بحث مباحثہ کرتے۔ اور فتنہ اٹھاتے تھے۔ مولوی محمد حسین سید نذیر حسین دہلوی اہلحدیث کے پنجابی

شاگردوں میں سے وہابیت کی تعلیم حاصل کر کے دستار فضیلت بندھوا کر نکلا تھا اور اپنے گھر پہنچتے ہی تبلیغ غیر مقلدی کا بیڑا اٹھایا۔ وہابیوں میں قحط الرجال کے وقت اس کا دم پنجاب میں بسا غنیمت سمجھا گیا۔ اور شدہ شدہ اس کی شہرت ہونے لگی۔ یہاں تک کہ چینیاں والی مسجد لاہور میں امام مسجد مقرر ہو گیا۔ جب لاہور اور دہلی کے بازاروں میں یہ نکلتا۔ تو دو رویہ دکانوں والے لوگ کھڑے ہو ہو کر سلام کرتے۔ مصافحہ کے واسطے لپکتے۔ اور ایک بھیڑ اس کے ساتھ ہوا خواہوں کی ہو جاتی۔ اس قسم کی نمائش نے بٹالوی کے دماغ کو بگاڑ دیا۔ اور وہ ہمچو من دیگرے نیست کا اپنے آپ کو مصداق سمجھنے لگا۔

بٹالوی کا عروج

۱۸۷۸ئہ میں شیخ بٹالوی نے ایک ماہوار رسالہ "اشاعۃ السنۃ" نام سے جاری کیا۔ جس میں پہلے تو اپنے حریف حنفیوں کی تردید اور اہلحدیث کی تائید میں مضامین نکالے کچھ عرصہ کے بعد حنفیوں سے میل جول کر لیا۔ اور سر سید احمد خاں علیگڈھی کے خلاف مضامین سے رسالہ پر کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح رسالہ ترقی کرتا گیا۔ اور بٹالوی کی شہرت بھی بڑھتی گئی۔ چنانچہ بٹالوی لکھتا ہے۔ کہ:۔

دو جو خوشنما رنگ اس رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نے سال سوم میں پکڑا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس کا فرقہ ہا، اہل اسلام باہمی متخالفہ سے مقابلہ چھوٹ گیا ہے۔ اور یہ اب باہمی اتحاد کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔ پہلے اس پر شان موسوی و نوحی کا ظہور تھا۔ جنہوں نے اپنی قوم کی سختیوں پر ان سے بغض کیا۔ اور درشتی و سختی سے ان پر بد دعا کی۔ اب اس پر شان عیسوی اور ابراہیمی کا ظہور ہو گیا ہے جنہوں نے اپنی قوم پر ترس کھا کر مغفرت کی دعا کی۔

اور اس سال میں (اشاعت السنتہ کا) یہ اثر ظاہر ہُوا ہے۔ کہ اسکی خریداری و اشاعت سنین گذشتہ کی نسبت ترقی پر ہے۔ اس کی ترقی روز افزوں سے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ یہ بہت جلد ترقی میں اپنے ہمعصر اخباروں اور رسائل پر فائق ہو گا۔"
(اشاعت السنتہ نمبر ۱ جلد ۴ بابت جنوری و فروری ۱۸۸۱ء)

پھر اس سے اگلے سال کی بابت لکھا ہے۔ کہ:۔
"سالگذشتہ میں اس رسالہ نے کسی قدر ترقی پائی ہے۔ مگر نہ اس قدر جیسی کہ سنین گذشتہ میں سال بسال ترقی پاتا رہا ہے۔" (اشاعتہ السنتہ جلد ۵ نمبر ۱ بابت جنوری ۱۸۸۲ء ص ۲)
اسی طرح آئندہ سالوں میں رسالہ کی اشاعت اور بٹالوی کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور شیخ بٹالوی بارسوخ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ ہند اور پنجاب میں بھی اس نے عزت حاصل کر لی۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ:۔
"میں ایک گوشہ نشین خادم دین ہوں۔ جب کبھی قومی ضرورتوں کے لئے وائسرائوں کمانڈر انچیفس۔ لفٹنٹ گورنروں اور ان کے سکرٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنر کمشنرز۔ ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر ان کی ملاقات کے لئے گیا ہوں۔ یا درباروں میں شامل ہُوا ہوں۔ تو انہوں نے اپنی مہربانی سے میری عزت کی۔ اور مجھے کرسی دی ہے۔" (اشاعت السنتہ جلد ۲۰ نمبر ۳ ۱۹۰۷ء صفحہ ۹۰)
اس دنیوی عزت کے علاوہ بٹالوی اپنی دینی وجاہت اور مذہبی شہرت کا یوں اظہار کرتا ہے:۔
"اشاعت السنتہ جیسا ثابت قدم و وفادار وکیل جس کی وکالت قومی ثابت قدمی اور وفاداری گورنمنٹ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ معروضات اشاعت السنتہ کی طرف جیسے گورنمنٹ کی توجہ ہے۔ ناظرین اشاعت السنتہ کو معلوم ہے۔ اس کی قومی وکالت و دیانت اور وفاداری کا گورنمنٹ کے نزدیک مسلم ہونا سابق لفٹنٹ گورنر

پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر کے اس سرٹیفکیٹ سے جو حضور ممدوح عہدہ گورنری سے رخصت ہونے کے وقت خاکسار کو عطا فرما گئے ہیں۔ ثابت ہے وہ سرٹیفکیٹ یہ ہے"۔

"ابو سعید محمد حسین فرقہ اہلحدیث کے ایک سرگرم مولوی اور اس فرقہ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں۔ ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں"۔

(اشاعت السنتہ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۹۲)

بٹالوی صاحب ایک دفعہ اپنے عاق کردہ روحانی فرزند ثناء اللہ امرتسری کو ڈانٹ بتاتے ہوئے تعلی کرتے ہیں۔ کہ :۔

"اشاعتہ السنتہ سے تم (ثناء اللہ) بخوبی واقف ہو۔ اور اس کے ہاتھ سالہا سال سے تم دیکھتے اور مانتے چلے آئے ہو۔ آج تک کون اس کے مقابلہ میں عہدہ برآ ہوا اور کون اس کا مخالف ایسا گذرا ہے۔ جس کو اس نے اپنے جواب سے ساکت نہیں کرا دیا۔ وہ ایک دو میدانوں میں تمہاری چوکڑی بھلا دے گا۔ اور تمہاری انشاء پردازی اور شعر بازی چھڑا دیگا۔ بہتر ہے۔ کہ تم اشاعتہ السنتہ کو اپنا مدمقابل نہ بناؤ اور اپنے آپ کو یہ شعر سناؤ۔ ؎

"ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ✤ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد"۔

(اشاعت السنتہ جلد ۲۰ نمبر ۶ صفحہ ۱۸۲)

اشاعتہ السنتہ جاری کرنے کے بعد بڑے بڑے مشاہیر قومی بزرگوں اور لیڈروں سے ادب لجھنے لگا۔ غرض اسی بیماری میں مبتلا ہو کر اس نے مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اور سر سید آنجہانی وغیرہ مشاہیر اسلام کے خلاف رسالہ میں مضامین لکھ لکھ کر اپنی شہرت کو بڑھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخالفت کی ابتداء

یہاں تک کہ "بازی بازی باریش بابا ہم بازی" کی مثل کے مطابق ۱۸۹۱ء میں بطالی مذکور نے رسالہ فتح اسلام جو زیر طبع تھا۔ امرت سر کے مطبع میں طبع ہوتا دیکھ کر اس کے پروف پڑھے۔ اور بے خود ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف قلم اٹھایا۔ اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں ۳۱ر جنوری ۱۸۹۱ء کو مندرجہ ذیل خط حضرت مرزا صاحب کو لکھا۔ کہ:-

"آپ کا رسالہ فتح اسلام امرت سر میں چھپ ہی رہا تھا۔ کہ میں اتفاقاً امرت سر پہنچا اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کر دیکھا۔ اور پڑھوا کر سنا۔ اس کے دیکھنے اور سننے سے مجھے سمجھ میں آیا۔ کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ اس دعویٰ سے کیا آپ کی یہ مراد ہے۔ کہ موعود مسیح وہ ابن مریم نہیں۔ جس کے قیامت سے پہلے آنے کا قرآن و حدیث میں وعدہ ہے۔ اور وہ آپ ہی ہیں۔ اس کا جواب صرف "ہاں" یا "نعم" فرماویں۔ توضیح کی ضرورت نہیں" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۵۴ ملخصاً)

اس کے جواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۵ر فروری ۱۸۹۱ء کو لکھدیا کہ "آپ کے استفسار کے جواب میں صرف "ہاں" کافی سمجھتا ہوں"۔ صفحہ ۳۵۶

بطالوی نے پھر ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء کو حضرت مرزا صاحب کو خط لکھا۔ کہ:-

"مجھے کمال افسوس ہے۔ کہ مجھے آپ کے اس دعویٰ کا کہ "میں مسیح موعود ہوں" خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ آپ خدا سے دعا کریں۔ کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔ آپ کے رسائل توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام میرے خلاف کو نہیں روکیں گے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ اور آپ کے حواری عقلی یا نقلی دلائل سے آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ

کرسکیں گے" صفحہ ۳۵۷

حضرت صاحبؑ نے اس کے جواب میں بٹالوی کو لکھا۔ کہ :۔

" مجھے اس سے کچھ غم نہیں۔ کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں کل میں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا۔ کہ میں اکیلا ہوں۔ اور خدا میرے ساتھ ہے۔ اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہوا۔ ان معی ربی سیھدین۔ سو میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالےٰ اپنی طرف سے کوئی حجت ظاہر کر دے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کرونگا مگر ضرور ہے۔ کہ جو آپ کے لئے مقدر ہے۔ وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے"

ملخصاً ۳۵۸

بعد ازاں بہت سی خط و کتابت باہمی ہو کر آخر اپریل ۱۸۹۱ء میں بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو لکھ دیا۔ کہ :۔

" ہم آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے۔ اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر و مستعد ہیں" (اشاعۃ السنۃ ۳۸۵ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ملخصاً)

اس کے بعد مولوی بٹالوی پوری قوت و طاقت سے حضرت صاحبؑ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور پے درپے اس نے خلاف مضامین گالیوں سے پر لکھنے شروع کر دیئے اور جلد ۱۳ اشاعت السنتہ ۱۸۹۱ء ساری کی ساری اسی دشنام دہی سے بھر دی۔ اور تمام علماء ہند و پنجاب کی دریوزہ گری کرکے تکفیر کا فتوٰی جلد ۱۳ میں شائع کر دیا۔

بٹالوی کے خطرناک انجام کی اطلاع

اس فتوٰی کی اشاعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو بٹالوی کے نام ایک خط لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ :۔

" میں اس فتوٰی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے

اس خط میں سلام مسنون سے ابتداء نہیں کر سکا۔ لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہُوا۔ اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں۔ جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے۔ اور ڈرتا ہوں۔ کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں۔ جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہُوا ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں چند روز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالےٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں۔ اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اطلاع ہونی چاہیئے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۵)

بٹالوی کا منکرانہ جواب

اس کا جواب بٹالوی نے پراز سب وشتم یہ دیا۔ کہ :۔

"بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالےٰ سے پہلے یہ دریافت کریں۔ کہ جو منذر الہام آپ کو میری نسبت ہُوا ہے۔ وہ مبرم ہے۔ یا اس کا وقوع معلق ہے۔ اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتادے۔ کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے۔ تو آپ دعا کریں۔ کہ وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے۔ اور آپ کا تابع کر دے اور اگر خدا تعالیٰ یہ خبر دے۔ کہ یہ الہام مبرم ہے۔ تو پھر آپ میری دعوت سے دست بردار ہوں"۔ (اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۱۴ ملخصاً)

پھر اسی جلد کے نمبر ا میں صفحہ ۱۷ پر بٹالوی لکھتا ہے کہ :۔

اشاعت الہام مذکور کی آپ کو اجازت ہے۔ اجازت ہے۔ اجازت ہے۔ مگر وہ منذر الہام پہلے اشاعت السنۃ میں آپ چھپوائیں۔ اور اس کے ذریعہ سے پھر جس اخبار میں چاہیں۔ درج کرائیں۔ لہٰذا اس الہام کی ایک نقل میرے پاس بھیجدیں۔ اور ساتھ ہی

یہ بھی تحریر کریں۔ کہ اس الہام کے الفاظ میں من بعد ایک لفظ کی کمی یا زیادتی نہ ہوگی اور اس الہام کے معنی بھی اپنے ملہم سے پوچھ کر تحریر کر دیں۔ اگر اس کے ظاہری اور لفظی معنے مراد ہوں۔ تو لکھ دیں۔ کہ ملہم نے بتا دیا ہے۔ کہ اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہیں۔ اور اگر کوئی تاویلی معنے مراد ہوں۔ تو ان کی تاویل اور تشریح کر دیں۔ پھر اگر میں اس الہام کے الفاظ اور معنی کو واضح اور بلا اشتباہ پاؤں گا۔ تو فوراً رسالہ میں چھاپ دونگا۔ اور اگر اس کے الفاظ و قیود میں مکر حیلہ سازیاں اور دھوکہ بازیاں پاؤں گا۔ تو پہلے آپ کی قلم سے چند سوالات کے ذریعے اس کی توضیح و تشریح کراؤں گا پھر اس کو چھاپ دوں گا۔ فرمائیے اب تو اجازت ہوئی۔ یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔" (ملخصاً)

ناظرین! آپ نے اجازت نامہ بٹالوی متعلق اشاعت الہام منذر دیکھ لیا کس قدر پیچ در پیچ حیلے وبہانہ کر کے پھر لکھتا ہے۔ "کہ فرمائیے۔ اب تو اجازت ہوئی۔ یا کوئی کسر رہ گئی ہے"۔ ماشاء اللہ اجازت جیسی اجازت ہے۔ اس میں تو کسی کسر کو لگا نہیں رکھا۔ جتنی ممکن سے ممکن طرز پر اشاعت الہام سے روکنا مدنظر تھا۔ وہ ساری پوری کر دی ہے۔ اس میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ کسر ہے۔ تو صرف یہ کہ اجازت نہیں۔ بلکہ ممانعت ہے۔ بہر حال بٹالوی نے اپنے لئے وہ وقت قریب کر لیا۔ جو اس کے لئے حسب وعدہ الٰہی مقدر ہو چکا تھا۔ اس کے لئے باب چہارم ملاحظہ کریں۔

باب چہارم

بٹالوی کی خانہ ویرانی اور اولاد حیرانی

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر ✤ خانہ ات ویران تو در فکر دگر وغیرہ موغو

ملکفر بٹالوی نے جب وقت سے تکذیب صادق پر کمر باندھی۔ اسی وقت سے خدا کے زیر عتاب ہونے لگا۔ اور آسمانی غضب کا اس پر نزول شروع ہوگیا۔ جس کا اقرار اشاعت السنتہ جلد ۲۰ بابت ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۲ پر زیر عنوان "ہم اور ہمارے خریدار معاون" رسالہ اشاعت السنتہ کے ماہوار نہ نکلنے اور عدم ایفاء عہد کی معذرت کرتا ہوا بٹالوی اس طرح کرتا ہے۔ کہ

(۱) "جلد ۱۹ میں وعدہ ہوا تھا۔ کہ آئندہ پرچہ ماہوار نکلیگا۔ وہ کیوں پورا نہ ہوا؟

حضرات اول میرے جوان لڑکوں کی آوارگی نے مجھے زمینداری کے اہتمام میں پھنسا دیا۔ اس کو چھوڑ کر زمین ٹھیکہ پر دی گئی۔ تو میرے اہل خانہ کا جس سے میرا گھر آباد تھا۔ انتقال ہوگیا۔ تو بجائے زمین اس کے چار چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کی نگرانی میرے ذمہ پڑ گئی۔ جن کو اکیلا چھوڑ کر میں اہتمام رسالہ کے لئے لاہور نہ ٹھیر سکا۔ اور اہل مطبع اور کاتب عموماً ایسے ہوتے ہیں۔ جو سر پر کھڑے نہ رہو۔ تو کام نہیں کرتے۔ جو نقد اور پیشگی دے۔ اسی کا کام کرتے ہیں۔ مابعد والے کو ٹلاتے رہتے ہیں۔"

رسالہ تو بوجہ کتابت و طباعت کی عدم ادائیگی اجرت کے ماہوار نکلنے سے رہ گیا تھا۔ مگر ساتھ ہی خدا کی شان دیکھو۔ کہ جوان لڑکے بھی آوارہ ہو گئے۔ بیوی کا بھی انتقال ہوگیا۔ زمین بھی ٹھیکہ پر دی گئی۔ پھر فوت شدہ بیوی کے چھوٹے چار بچے جو والد بزرگوار کی نگرانی و تربیت میں تعلیم پاتے تھے۔ وہ بھی نالائق و سرکش و بدکار بن گئے۔ ان کا حال بھی بٹالوی کی زبان سے ہی سن لو۔ کہ اس صالح باپ کی زیر نگرانی تربیت یافتہ اولاد کس منزل پر پہنچی۔ کیونکہ اس کی تمام محنت و نگرانی در بارۂ تعلیم و تربیت اولاد ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا کی مصداق بن کر اکارت گئی۔

بٹالوی کی تربیت کا اولاد پر الٹا اثر

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ کے صفحہ ۲۰۲ پر یوں نالہ کناں ہے۔ کہ :۔

(۲) " یہ عاجز ابتدار سے آج تک اپنی اولاد کی تعلیم دنیاوی کے ساتھ ان کی تعلیم عربی علوم دینی کے لیے ساعی رہا ہے۔ اور اب تک ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ میری سعی کا کافی اثر اب تک میری اولاد پر ظاہر نہیں ہوا...... میرے پانچ جوان لڑکوں نے تحصیل علوم دینی سے صاف انکار اور خلاف ورزی احکام شریعت پر اصرار اختیار کیا۔ اور میری فرمانبرداری اور میری اطاعت سے سرکشی کی۔" بلفظہٖ

یہ پانچ جوان لڑکوں کی تربیت اور تعلیم کا ذکر ہے۔ جو خیر سے اپنے والد بزرگوار کی زیر نگرانی انہوں نے پائی ہے۔ آگے ان کی سرکشی اور نافرمانبرداری کی تشریح بھی بٹالوی کی قلم سے ہی ملاحظہ فرما لیجئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ :۔

(۳) " میرے لڑکوں کی سفاہت درجہ فسق کو کامل کر کے درجہ کفر کو پہنچ گئی ہے۔ اور تحصیل علوم دینی سے ان کے انکار اور فسق و فجور پر سالہا سال سے ان کے اصرار کرنے سے کوئی صورت ان کے رشد و ہدایت کی نظر نہیں آتی"۔ (اشاعۃ السنۃ ایضاً)

اس دیندار اور قرۃ العین اولاد سے جس قدر بٹالوی کی جان ضیق میں آئی ہوئی تھی اس سے تنگ آکر بٹال کو اپنی جان و مال کا فکر دامنگیر ہو گیا۔ جیسا کہ وہ لکھتا ہے۔ کہ :۔

(۴) " مجھے ظن غالب قریب بہ یقین ہے۔ کہ اگر میں اپنی جائیداد کو جو پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہے۔ اپنی ملکیت میں چھوڑ کر مرونگا۔ تو وہ جو زنا کاری شراب خوری میں مبتلا ہیں۔ تھوڑے دنوں میں رنڈی بازی شراب خوری میں تلف کر دیں گے"۔

(اشاعت السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۴)

باپ کے قتل کا منصوبہ

ان فرزندان ناہموار نے صرف دینی تعلیم سے انکار اور فسق و فجور پر ہی اصرار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بدنصیب باپ ابوسعید محمد حسین کو جان سے مار ڈالنے پر بھی تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ بٹالوی مخذول اپنا بیان دیتا ہے۔ کہ:۔

"میرے لڑکوں میں سے ایک نے میرے قتل و ہلاکت کا ارادہ کر کے اس کا کچھ سامان بہم پہنچانے کی کوشش بھی کی تھی۔ جس میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ اور دو اور نے برملا اس ارادہ کا اظہار کیا۔ جس کو میرے متعلقوں نے بھی سنا۔ اس کے اس ارادہ اور افعال و اقوال سے مجھے ظن غالب قریب بہ یقین ہو گیا۔ کہ میں اپنی جائیداد و مال کو اپنی ملک میں رکھونگا۔ تو ایک نہ ایک دن یہ مال میری جان کا وبال ہو جائیگا" صفحہ ۲۰۵:

بٹالوی کی اولاد کی اسم وار کارگذاریاں

ناظرین! آپ نے دیکھا۔ کہ اس بدقسمت انسان اہلحدیث کے ایڈووکیٹ بٹالوی کو ایک راستباز مامور من اللہ خدا کے مسیح و مہدی کی تکفیر و تحقیر و مخالفت و انکار کا کیا بدلہ خدا کی طرف سے مل رہا ہے۔ اور یہ عذاب یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ کہ اولاد دشمن جان اور خارج از دین و ایمان ہو گئی۔ وہ زوجہ جس سے گھر آباد تھا۔ مرکر گھر کو ویران کر گئی وہ جائیداد اور مال جو ہر جائز و ناجائز امر کو روا رکھ کر پیدا کیا تھا۔ وبال جان بن گیا۔ بلکہ اس میں روز افزوں بٹالوی ترقی کرتا اور معذب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں اس کا اپنا بیان ہی آپ کو سناتا ہوں۔ کہ اس کی اولاد کے تفصیلی کارنامے کیا کیا تھے۔ بٹالوی اشاعت السنتہ جلد ۲۲ نمبر ۸ کے صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ پر لکھتا ہے۔ کہ:۔

(۶) "میری اولاد متعلقین خلاف ورزی احکام شریعت اور تحصیل علوم دینی سے انکار پر

مصر ہو گئے۔ بعض نے میرے منہ پر صاف کہہ دیا۔ کہ تو ہمارا باپ نہیں ...... سب سے
بڑا لڑکا عبدالسلام ہے۔ دوسرا اس سے چھوٹا محمد اظہر تیسرا اس سے چھوٹا احمد حسین۔
چوتھا اس سے چھوٹا عبدالنور جو ایک والدہ سے ہیں۔ پانچواں عبدالشکور جو دوسری
والدہ سے ہے۔ ان سب سے اول درجہ کا متکبر اور میری طاعت سے سرکش نمبر اول
(عبدالسلام) ہے۔ اور سب سے بڑھ کر بدچلنی اختیار کرنے والا اور مجھے جانی و مالی ایذا
پہنچانے والا نمبر چہارم (عبدالنور) و پنجم (عبدالشکور) ہے۔ اور احکام شریعت نماز روزہ
وغیرہ کا استخفاف اور تحصیل علوم دین کے انکار سے تو کوئی بھی خالی نہیں، ان میں سے بعض
ایسے ہیں۔ جو اسلام چھوڑ کر عیسائی یا آریہ ہو جانیکا ارادہ کر چکے تھے۔ بعض جو میرے جبر سے
نمازیں کھڑے ہو گئے۔ تو بے وضو بلا استنجاء بول و براز اور بعض نماز کو صریح گالیاں
بھی دے چکے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں۔ جو قانونی جرائم کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مقدمات
کی مثلیں عدالت میں موجود ہیں۔ اور بعض میری جان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی ظاہر کر
چکے" بلفظہ

آگے اپنی ایک اہلیہ صاحبہ کی بدسلوکی کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔ کہ:۔

(۷) "پہلے تین (عبدالسلام۔ محمد اظہر۔ احمد حسین) اپنی والدہ کو بھی میری اجازت کے بغیر
بلکہ صریح ممانعت کے ساتھ ناشزہ بنا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں"۔ نمبرے ص۲۰

ان پنجتن ناپاک فرزندان ناموس خاندان کے علاوہ دو جو دوسرے ناخلف ہیں۔ ان
کے جنم پتری یہ بتاتے ہیں۔ کہ ان پانچوں سے علاوہ

(۸) ششم (دوسری زوجہ سے ان کا بھائی) عبدالباسط جو تیرہ سال کی عمر کا ہے۔
ہفتم ابواسحاق جو پندرہ سال کی عمر کا ہے"۔ ص۲۱

"ابواسحاق و عبدالباسط کے آثار بھی بدنظر آتے ہیں۔ امید نہیں۔ کہ وہ میرے ماتحت رہ
کر پڑھیں۔ غالب گمان ہے۔ کہ وہ بھی اپنے بھائیوں کی پیروی کر کے پڑھنا چھوڑ کر بھاگ

جائیں گے"۔ ص۲۱۵

اولاد نسواں کا ذکر بد

ساتوں لڑکوں کا کیرکٹر رول تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ اب لگتے ہاتھ تین لڑکیوں کا بھی اعمالنامہ جس کو بٹالوی نے خود لکھا ہے۔ پڑھ لیجئے۔ اسی اشاعت السنۃ جلد ۲۲ میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ

(۹) "پانچ (بلکہ سات) لڑکوں کے علاوہ میری تین جوان لڑکیاں صاحب اولاد۔ امتہ السلام امتہ الرشید۔ مریم ہیں۔ یہ جب تک صغیر سن رہیں میری اطاعت میں رہیں۔ اور جب جوان ہوئیں۔ اور ان کی شادی ہو گئی۔ تو وہ تینوں بحکم اپنے شوہروں کے جو تینوں میرے مخالف ہیں۔ میری اطاعت سے خارج ہو گئیں۔ ص۲۰۹

آگے سب سے بڑی لڑکی کی سرکشی کی تفصیل بالفاظ ذیل کرتے ہیں۔ کہ:

(۱۰) "امتہ السلام باتباع اپنے شوہر اور اپنے چھوٹے بھائی عبدالسلام کے جو اس کا سمدھی بھی ہے۔ اور اس وجہ سے جیسا کہ لڑکوں میں اول درجہ کا میرا نافرمانبردار اور متکبر اور سرکش وہ لڑکا ہے۔ ویسے ہی لڑکیوں میں اول درجہ کی نافرمانبردار اور سرکش و متکبرہ یہ لڑکی ہے۔ نہ اس کا شوہر التزام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اور نہ جوان بیٹیاں اور بیٹیا اور نہ داماد"۔ ص۲۱۲

تینوں لڑکیوں کا اعمالنامہ

(۱۱) "میری تین جوان لڑکیوں نے بھی میری اطاعت سے سرکشی اختیار کی۔ سب اولاد سے بڑی لڑکی امتہ السلام ہے۔ وہ لڑکیوں میں اول درجہ کی سرکش و متکبر ہے۔ وطن میں رہ کر میرا مقابلہ کرنے والے لڑکوں کی یہ مددگار اور گھر میں جگہ دینے والی بنی رہی۔ دوسری امتہ الرشید ہے۔ یہ بذات خود تو سرکش نہ تھی۔ مگر اس کے شوہر نے جو بی اے

ہے۔ اس کو سرکش بنا دیا ہے۔ صفحہ ۲۲۶

تیسری لڑکی مریم ہے۔ جو شادی ہونے سے پیشتر تو بالکل سادہ طبع اور بے کینہ تھی۔ مگر اس کی شادی ایک مولوی فاضل سے ہو گئی۔ وہ بٹالہ میں رہ کر اپنی ہمزلف امۃ السلام کے شوہر کے تابع ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے اس سادہ لوح لڑکی کو بھی میری اطاعت سے سرکش کر دیا ہے"۔ صفحہ ۲۲۷

ذکور و نسوان اولاد کا قضیۂ نامرضیہ تو ہم سنا چکے۔ اب ایک ربیبہ بھی بٹالوی صاحب کی ہے۔ اس پر بٹالوی کی تربیت کا اثر بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے متعلق ابو سعید بٹالوی کا یہ اظہار ہے۔ کہ :۔

(۱۲) میری ربیبہ[۱] میرے ایک سرکش لڑکے عبدالشکور کی زوجہ ہے۔ جس کا نکاح بعد الخلع دوبارہ اس لڑکے سے میری مرضی کے برخلاف ہوا ہے"۔

بٹالوی کے داماد

ذکر ازواج و اولاد سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی پر خدا کا عذاب ایسا کھلا اور بین طور پر نازل ہوا ہے۔ کہ جس کی تردید ضعیف یا توجیہ لطیف کوئی اسکا خیر خواہ یا ہم عقیدہ امرتسری ہو۔ یا سیالکوٹی کر نہیں کر سکتا۔ یہ سلسلہ بٹالوی کے گھر کی چار دیواری میں ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مرض متعدی کی طرح اس کا اثر اس کے بیرونی متعلقین تک بھی پہنچتا ہے۔ چنانچہ لڑکوں لڑکیوں بیویوں کے حالات ظاہر کرنے کے بعد مولوی بٹالوی اپنے دامادوں کا بھی ذکر شرمناتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ :۔

(۱۳) "بڑی لڑکی (امۃ السلام)، نہ اس کا شوہر التزام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اس کے گھر میں افیون خوری بھی علی العلم کھلا جاری ہے۔ پھر اس کے شوہر نے (ایک) زمین د

---

[۱] ربیبہ پہلے شوہر کی لڑکی کو کہتے ہیں۔ مؤلف

کو بہ قیمت ڈیڑھ سو روپیہ مجھ سے خرید لیا۔ کچھ روپیہ دے دیا۔ اور باقی کے ادا کا وعدہ عرصہ چھ ماہ تک کیا۔ (جسکو) عرصہ ایک سال سے زیادہ گزر گیا ہے۔ اب وعدہ پر وعدہ کر کے ٹلاتا ہے۔ لہذا میرا مذہبی فرض ہے۔ کہ اگر وہ روپیہ باقی ماندہ ادا نہ کرے۔ تو میں اس وقف مال کو اس ظالم غاصب سے چھڑاؤں۔ میری طرف سے بہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔" ص ۲۱۳

(نمبر ۱) " دوسری لڑکی (امتہ الرشید) کا شوہر جو کہ انگریزی خواں گریجوایٹ بی۔ اے اور مذہب میں مجھ سے مخالفت رکھتا ہے۔ یہی شخص ہے۔ جس نے میری پہلی وصیت (متعلقہ جائیداد) کے جواب میں میرے بعض لڑکوں سے ایک بیرسٹر کی معرفت نامنظوری وصیت کا نوٹس دلوایا تھا۔ میں نے ایک لڑکے کو اس سے نقص امن کا خوف کر کے اس پر زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرنے سے ڈرایا۔ تو اس گریجوایٹ (داماد) نے میرے منہ پر یہ کہا۔ کہ اگر تم اس (فرزند رشید) کے خلاف استغاثہ کرو گے۔ تو میں اس کی ضمانت دونگا۔ اور تمہارے برخلاف استغاثہ دائر کر کے تمہاری ضمانت ہو جانے کی کوشش کروں گا۔"

(تیسری لڑکی مریم کا شوہر مولوی فاضل) " جو دینی علم و فضل کے ساتھ خشیۃ اللہ و تقوی و مروت و وفا و شکر و احسان سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے علم و فضل کا فائدہ زیادہ تر دنیا میں اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے لڑکی کو بھی میری اطاعت سے سرکش کر دیا۔" ص ۲۲

عبدالباسط اور ابو اسحاق کی ہسٹری

بٹالوی کی خانہ ویرانی کا یہ مضمون نامکمل رہے گا۔ اگر اس کے دونو صاحبزادگان کی الف لیلہ نہ سنائی جائے۔ جن کی بابت مضمون بالا کے نمبر ۱ میں بٹالوی

نے لکھا ہے۔ کہ۔ ”ابو اسحٰق اور عبدالباسط کے آثار بھی (جو دوسری زوجہ کے شکم مبارک سے ہیں) بد نظر آتے ہیں“۔

مدرسہ قادیان اور بٹالوی کے فرزندان

۱۹۱۰ئہ میں بٹالوی نے اپنے ان دو لڑکوں نور العینوں کی آوارگی اور بد چلنی وغیرہ کا ذکر مکرم اخویم شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم سے (جو وقتاً فوقتاً بٹالوی سے ملتے اور احمدیت کی صداقت سمجھاتے رہتے تھے۔) ذکر کیا۔ تو شیخ صاحب ممدوح نے ازراہ ترحم حسب خواہش بٹالوی ان دونوں لڑکوں کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں داخل کرا دیا۔ اس پر دوسرے وہابیوں نے عموماً اور ان لڑکوں کے روحانی بھائی امرتسری نجدی یہودی نے خصوصاً بٹالوی پر اعتراضات کی بوچھاڑ جو کی۔ کہ تم نے کیوں لڑکوں کو قادیان میں پہنچا دیا ہے۔ اس سے خوف لگتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی جو تمہارے متعلق پیشگوئی ہے۔ وہ کہیں پوری نہ ہو جائے۔ لہذا آپ ان کو وہاں سے بہت جلد علیحدہ کر لیں۔ اور کسی دوسرے مدرسہ میں داخل کر دیں۔ تو ایسے معترضین کے جواب میں بٹالوی نے مندرجہ ذیل مضمون اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ئہ میں لکھ کر شائع کرایا۔ کہ :-

”میرے پانچ لڑکے ہیں۔ بعد دیگرے علم عربی دینی کے پڑھنے میں کوتاہی اور آخر صاف انکار اور مخالفت احکام شریعت پر اصرار کرنے کے سبب (اور میرے خون کے پیاسے ہونے کے باعث۔ مؤلف) میری اطاعت سے خارج اور عاق ہو گئے۔ جس کی تفصیل میرے مضمون ”عقوق“ میں ہو چکی ہے۔ (جس کو میں اوپر نقل کر چکا ہوں۔ مؤلف) انہیں کے دیکھا دیکھی باقی ماندہ یہ دو نابالغ لڑکے جو ایک مڈل کی دوسری میں اور دوسرا تیسری میں پڑھتا ہے۔ اور گھر میں میرے جبر سے نہ اپنے

شوق سے قرآن وحدیث پڑھنے لگ گئے تھے۔ گھر سے بھاگ گئے۔ ان میں سے بڑا ابو اسحٰق نامی اب تک آوارہ پھرتا ہے۔ اور اس کا پتہ نہیں۔ دوسرا چھوٹا عبدالباسط قابو آیا۔ تو منشی یعقوب علی ایڈیٹر الحکم نے اس کا حال سن کر ہمدردی کا اظہار اور اپنے سکول کے انتظام کی تعریف کر کے کہا۔ کہ ان کو چند روز کے لئے ہمارے سپرد کر دیں۔ اس سکول کے انتظام وتعلیم کی تعریف میں نے غار جا بھی سنی۔ بعض سرکاری ملازموں نے بھی کی۔ یہ سن کر چھوٹے لڑکے کو ان کے سپرد کر دیا۔ اور بڑے کی تلاش میں وہ خود لگے ہوئے ہیں۔ (چنانچہ اس کو بھی تلاش کر کے قادیان میں داخل کر دیا۔ مؤلف) میں نے ان سے یہ شرط کر لی ہے۔ کہ احمدی عقائد کی ان کو تعلیم نہ دیں جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ ساتویں جماعت کی تعلیم مذہبی میں بانی مذہب (حضرت مسیح موعودؑ) کا لیکچر مہوتسو اور حمامۃ البشریٰ داخل تھا۔ میرے کہنے سے انہوں (ڈاکٹر صاحب) نے اس لڑکے کی تعلیم سے اس کو بھی نکال دیا۔ ارکان سکول اور بورڈنگ کے حسن تدبیر ونگرانی ولطف سے لڑکے کا دل وہاں تعلیم پر اچھی طرح لگ گیا۔ اور اس کی آوارگی جاتی رہی۔ عید کے موقعہ پر وہ لڑکا میرے بلانے سے گھر آیا۔ تو ایک دن سے زیادہ نہ ٹھیرا۔ اور بولا۔ کہ میری تعلیم کا حرج ہوگا۔ اس احسان اور ہمدردی کے ساتھ ہی اس فرقہ کے عقائد کا میں ایسا مخالف ہوں۔ جیسا کہ پہلے تھا۔"

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

یہ ہے ناظرین بٹالوی مخذول کا اثر صحبت وتعلیم فرقہ حقہ احمدیہ کی صداقت پر زبانی اقبال۔ کہ جس خلف رشید کے حق میں پدر بزرگوار کی شبانہ روزی تربیت وصحبت وتعلیم کا یہ نتیجہ ہوا تھا۔ کہ وہ ماں باپ کو چھوڑ تعلیم دین ودنیا سے منہ موڑ بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ اس پر احمدی بزرگوں کی صحبت وتربیت نے ایسا فوری

اثر دکھایا۔ کہ " لڑکے کا دل تعلیم پر اچھی طرح لگ گیا۔ اور اس کی آوارگی بھی جاتی رہی" پھر بھی اس بدبخت انسان بدخواہ ذکور و نسواں نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔ اور بدقسمتی اور قساوت قلبی نے (باوجود لاٹ مولوی اور اہلحدیث کا ایڈووکیٹ اپنے منہ میاں مٹھو کہلانے کے بھی) قرآن مجید کی اس آیت کونوا مع الصادقین پر عمل کرنے کی اس کو توفیق نہ ملی۔ ورنہ یہ ایک سبق آموز موقعہ اس کے لئے نہ صرف اولاد آوارہ کی درستی کا ہی تھا۔ بلکہ اپنی اصلاح کا بھی تھا۔ قدرت نے پورے تجربہ کے بعد اس کو پورا مشاہدہ کرا دیا تھا۔ کہ او کمبخت دیکھ تیری تاثیر صحبت کا وہ نتیجہ تھا۔ کہ جو لڑکے مارے مارے بھاگے پھرتے۔ پڑھنے سے انکار کر اسلام سے دست بردار ہو آوارہ گردی میں زندگی گذار رہے تھے۔ وہی لڑکے ان کی صحبت سے جن کو تو دشمن اور اپنی جہالت سے گمراہ سمجھتا ہے۔ چند روز میں ایسے ٹھیک ہو گئے۔ کہ علم کا بھی شوق ہو گیا۔ اور آوارگی بھی چھوڑ دی تو کیا اس سے تجھے یہ نہیں ثابت ہوا۔ کہ :- ؎

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

تیری صحبت طالح کی صحبت تھی۔ جس سے وہ بھی طالح ہو گئے۔ اور احمدیوں کی صحبت صالحین صادقین کی صحبت تھی۔ جس سے وہ صالح ہو گئے۔ کیا تو نے ایک مرد خدا افلاطون اسلام کا یہ شعر نہیں پڑھا۔ ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند　　پئے نیکاں گرفت مردم شد

افسوس کہ ناعاقبت اندیش ابو سعید کو ہوش نہیں آیا۔ اور اپنی عاقبت تباہ کرتا رہا۔ خدا نے اس کو صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے ایسے نشان دکھائے۔ کہ اگر یہ نشان یہود امت موسوی عیسیٰ علیہ السلام سے دیکھ لیتے۔ تو وہ بھی ایمان لے آتے۔ مگر نہ معلوم اس کی فرعونیت اور بطالت کس قسم کی تھی۔ کوئی بھی حق امر اس کی سمجھ میں نہ آیا۔

جس قدر یہ نشانات خدا کے مرسل اور نذیر کی صداقت کے زمین و آسمان سے ظاہر ہوئے۔ اس کی کج دماغی اور شقاوت نے اسی قدر حق و معرفت سے اس کو دور اور قرآن و حدیث سے مہجور کر دیا۔ من اضل ممن ھو فی شقاق بعید۔

خدا کا قہری نشان اور بٹالوی کا بیان

اس خدا نے جو صادق کا ناصر و حافظ و معین تھا۔ زور آور حملوں سے اپنے نذیر کی صداقت کو ثابت کیا۔ پہلے اس قانون مقررہ کے مطابق کہ سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق گرد و پیش آفاقی نشان دکھائے۔ جب ان سے بھی بٹالوی نے انکار کر کے اعراض کیا۔ تو فی انفسھم خود اس کے گھر میں اولاد میں ازواج میں خویش و اقارب میں وہ بیّن اور کھلے نشان دکھائے۔ کہ آج اس کے پہلے اور پچھلے یعنی روحانی اور جسمانی فرزند بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ خود بٹالوی کو بھی اپنی زبان و قلم سے ماننا پڑا۔ بریکٹ کے اندر مؤلف کی عبارت ہے۔

"کہ میں بہت سے مدارس اہل السنتہ اہل حدیث کا امتحان کر چکا ہوں (خود اپنی تعلیم و صحبت کا بھی اندازہ لگا چکا ہوں)، ان میں کوئی بھی ان آوارہ لڑکوں کی اصلاح نہ کر سکا۔ میں نے پہلے ایک لڑکے عبدالرشید کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا۔ (جو حنفیوں کا مدرسہ ہے) پھر اس کو مدرسہ آرہ میں (جو پکے وہابی غیر مقلدوں کا بڑا دار العلوم ہے) بھیجا۔ پھر دو لڑکوں احمد حسین اور محمد اظہر کو مدرسہ اہل حدیث لکھنؤ کے میں (جس کا بانی و متولی غیر مقلدی کے ساتھ ملہم ہونے کا بھی مدعی تھا) ایک مدت تک رکھا۔ پھر ان دونوں کو مدرسہ آرہ میں ایک مدت تک رکھا۔ پھر عبدالشکور کو امرتسر کے مدرسہ ثنائی میں سپرد کیا۔ (مگر یہ نہ سوچا۔ کہ ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند)

پھر عبدالنور کو مدرسہ حمایت اسلام کے سپرد کیا۔ اور بود و باش اور نگرانی کے لئے مولوی عبدالعزیز سکرٹری مجلس اہلحدیث کے مکان پر رکھا (ان تمام مدارس کی خاک چھاننے کے بعد بھی) ان مدارس میں سے کسی مدرسہ میں ان لڑکوں کی تربیت و تعلیم نہ ہوئی۔ جو قادیان میں اس چھوٹے لڑکے (عبدالباسط) کی ہو رہی ہے۔ مجبور و لاچار ہو کر ایڈیٹر الحکم کی دوستانہ درخواست پر لڑکے کو قادیان بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ اس وقت تک خاطر خواہ نکل رہا ہے"۔

بلفظہ اہلحدیث مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱ کالم ۲۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ خدا نے کس طرح بٹالوی سے صداقت پر گواہی دلوادی۔ اور نشانات فی انفسھم ایسے دکھائے۔ کہ بموجب آیت حتی یتبین لھم انہ الحق اس کو اقرار کرنا ہی پڑا۔ کہ سب لوگوں حنفیوں۔ غیر مقلدوں انجمنوں وغیرہ کے معلمین میں یہ قوت قدسیہ نہ تھی۔ جو دارالامان کے صادقین و مصدقین میں ثابت ہوئی۔ اور مجبوراً ماننا پڑا۔ کہ انہ الحق یہ حق اور صدق ہے۔ مگر اتنا کچھ دیکھ بھال کے بھی اگر کہا تو یہی کہا۔ کہ اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل و انا من المسلمین۔ یعنی میں نے جان لیا۔ کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر جس پر ایمان لائے۔ بنی اسرائیل (احمدی) اور میں مسلمان ہوں۔ مگر یہ کہا کس وقت جبکہ سنریھم اٰیتنا فی انفسھم کا وقت آیا۔ اور اپنے گھر پر گذرنے لگی۔ حالانکہ قد عصیت قبل وکنت من المفسدین پہلے تو نافرمانبردار اور منکر اور مفسدین میں رہا۔ کاش کہ وہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اٰمنا برب ھارون و موسیٰ صدق دل سے کہتا۔ مگر کہتا کیونکر اور سچا مومن بنتا کس طرح۔ ؎

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

بٹالوی ذلت میں

عبرت خیز اضافہ

معزز ناظرین! آپ نے بٹالوی اقرار دربارہ صحبت و تربیت بزرگان سلسلہ حقہ احمدیہ ملاحظہ فرمالیا۔ کہ یہ ترجیح بمقابلہ تمام دیگر مدارس اسلامی صرف قادیانی سکول کو ہی دشمن نے دی ہے۔ ادھر تو خدائی تصرف یہ ہوا۔ کہ بٹالوی کے قلم سے صداقت کا اظہار کرایا۔ اور کرایا بھی روحانی فرزند کے اخبار اہلحدیث کے ذریعہ جس سے تمام غیر متقلدین کو اپنی حالتوں کا اور اپنے مدارس کی تعلیم کا اور تربیت کا پتہ لگ جائے۔ ادھر قلب مریض پر آزار تکذیب کا دورہ ہوا۔ تو اپنے ناخلف لڑکوں کو قادیان سے بجبر بلاکر اپنی ذلت کی تکمیل کا سامان پیدا کر لیا۔ اور فزادھم اللہ مرضا کے قانون کے نیچے آگیا۔ قادیانی مدرسہ سے اٹھا کر حسب مشورہ اپنے دوست نما دشمنوں کے پھر روپڑ کے مدرسہ میں ان کو جا داخل کرایا۔ جہاں سے وہ پھر آوارہ ہو کر ادھر ادھر مارے مارے پھرنے لگے۔ حتیٰ کہ دارالامان سے نکل کر دار الزیان لکھنؤ تک پہنچ گئے جہاں پہنچکر بٹالوی ذلت میں ایک عمدہ اور بیش بہا اضافہ کے موجب ہوئے۔ جس کو ہم اخویم مولوی کبیر الدین احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ سکرٹری صاحب موصوف نے جو خط و کتابت بٹالوی سے ان کے ہر دو نونہالان چمن بٹالوی کے متعلق کی تھی۔ بجنسہٖ نقل کر کے ہمارے پاس بھیجدی ہے۔ اور وہ یہ ہے

سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کا خط دربارہ فرزندان بٹالوی

نو مسمیان عبدالباسط و ابو اسحاق مورخہ یکم دسمبر ۱۲ءسنہ کو معرفت قاضی محمد اکرم صاحب احمدی سب انسپکٹر پولیس و ڈاکٹر محمد امیر صاحب احمدی انجمن احمدیہ

لکھنؤ میں داخل کئے گئے۔ یہ لڑکے نہایت کثیف اللباس اور پریشان حال تھے۔ ہمدردی اسلامی عاجز نے ان کے لئے کپڑے اور غسل وغیرہ کا انتظام کیا۔ بدریافت حال معلوم ہُوا۔ کہ وہ دونو بھائی ایک مدت سے بہود خصلت بن کر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور لکھنؤ میں آکر بمد معشوقیت محمد دین مستری سے الجھ گئے ہیں۔ جبکہ یہ لڑکے انجمن احمدیہ میں آئے۔ اور ملتجی ہوئے۔ کہ ہم کو ہمارے ماپ تک پہنچا دو۔ میں نے بذریعہ خط ان لڑکوں کا احوال مولوی بٹالوی کو لکھا۔ ان کا جواب نہ آیا تھا۔ کہ ۸ دسمبر ۱۲ سنہ کو مستری مذکور آیا۔ اور ابو اسحاق کو زبردستی مارتا پیٹتا گالیاں دیتا پکڑ کر لے گیا۔ اس وقت اس کا چھوٹا بھائی مسمی عبد الباسط دوڑتا ہُوا تھانہ وزیر گنج لکھنؤ میں پہنچا۔ اور اطلاع کی۔ وہاں سے داروغہ کالی چرن صاحب بہمراہی چند کانسٹیبلان مسمی محمد دین مستری کے مکان پر پہنچے۔ اور جا کر دیکھا۔ کہ ابو اسحاق ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند ہے۔ اس جرم میں سب انسپکٹر صاحب مذکور مستری کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اور داخل حوالات کر دیا۔ اور بعد اختتام رخصت بڑے دن کے مقدمہ مذکور الصدر بہ اجلاس سٹی مجسٹریٹ مسٹر کنگ صاحب بہادر لکھنؤ پیش ہُوا۔"

"بٹالوی کا ایک خط"

اس احقر کے نام پہنچا جس میں بعد شکریہ وغیرہ درج تھا۔ کہ آپ مستری سے صلح نہ کریں۔ وہ شریر پھر لڑکوں کو تباہ کرے گا۔ ان لڑکوں کی خلاصی اس سے تب ہو گی کہ وہ جیل خانہ میں جائے گا۔ آپ اور قاضی صاحب اس امر کی کوشش کریں اور شرط نہم کو پیش نظر رکھ کر ظالم و مفتری مستری کے شر اور ضرر سے بچوں کو بچانے کے لئے کوشش کریں۔ آج ڈیلی رپورٹ نہیں آئی۔ معلوم نہیں ۳ جنوری کو کیا کارروائی ہوئی۔ براہ مہربانی ڈیلی رپورٹ ناغہ نہ کریں۔ محمد حسین۔ از بٹالہ"۔

میرا جواب

"مولوی محمد حسین صاحب۔ آپ کے خطوط وصول ہوئے۔ ہم شرط کیا معنے میں تو حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام مرسل ربانی کی دسوں شرائط بیعت اور ۸۵ کتب اور ہزاروں اپنے امام کے اشتہارات پر ایمان اور یقین رکھتا ہوں۔ کہ جن میں حضرت عیسیٰؑ کا مر جانا بھی لکھا ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے اور نہ کسی اور طرح سے۔ مومن بے تعصب ہوتا ہے۔ مجبور ہوں۔ کہ دابۃ الارض[1] سے فرصت نہیں ملتی۔ ورنہ عدالت تک جاتا اور سعی بھی کرتا۔ کیا اچھا ہو۔ کہ اس موقعہ پر آپ خود آکر لکھنؤ میں پیروی مقدمہ فرماتے اور بچوں کو مستری کے پیچ سے بچاتے۔ والسلام کبیر الدین احمد لکھنؤ"

ڈاکو یا چور

مولوی ابو سعید صاحب اس عاجز کو اپنے خط نمبر ۸۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ :۔ "میں لکھنؤ ضرور آتا۔ لیکن میرا ایک لڑکا عبد الشکور ڈاکو بھی ہے۔ جب گھر سے نکلتا ہوں۔ گھر پر پہنچنے کا قصد کرتا ہے۔ اور ڈاکہ مارتا ہے۔ یا چوری کرتا ہے اس سے گھر کے لوگ خائف رہتے ہیں۔

(۲) مسیح کے متعلق ایسی تحریر تیار ہو رہی ہے۔ کہ جو اس بحث کو ختم کرنے والی ہے۔ وہ چھپ کر آپ کے پاس پہنچے گی۔ محمد حسین از بٹالہ"

میرا جواب

"جناب مولوی ابو سعید صاحب۔ آپ کا خط نمبر ۸۹۳ موصول ہو کر باعث مسرت

[1] اس سے مراد ریل ہے۔ مولوی کبیر الدین احمد صاحب ریلوے گارڈ ہیں۔ مؤلف

ہُوا۔ اور آپ کی تثلیثؒ پر تعجب کہ تینوں لڑکے آپ کے خراب اور ڈاکو نکلے۔ مخفی نہ رہے۔ کہ مبلغ ؏ روپیہ لڑکوں نے مستری سے لے کر عدالت میں راضی نامہ داخل کر دیا۔ مجھے افسوس ہُوا۔ کبیر الدین احمد لکھنوٗ"

بٹالوی کا خط ۱۲

"سلام مسنون۔ میرے لڑکے عبد الشکور کے ڈاکو اور چور ہونے پر تعجب ہو تو حضرت نوحؑ کے فرزند کو دیکھو۔ اور خود مرزا صاحب کے دونو فرزند سلطان احمد اور فضل احمد تا زیست مرزا صاحبؒ کے مخالف رہے۔ محمد حسین"

نوٹ۔ ؎ اخویم مولوی کبیر الدین احمد صاحب کو معلوم نہ تھا۔ کہ اس مرد صالح کے تین نہیں۔ بلکہ سات لڑکے ہیں۔ جو سب کے سب نورٌ علیٰ نور ہیں۔ اور تین جوان دختران بھی ایسی ہی ہیں۔ بلکہ ایک ربیبہ اور ایک زوجہ ناشزہ جملہ دوازدہ امام ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ اس لئے آپ نے تثلیث لکھا۔ مؤلف

میرا جواب

"مولوی ابو سعید صاحب۔ آپ کا خط وصول ہُوا۔ میں آپ سے سچ سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرت نوحؑ کے لڑکے آپ کے لڑکوں جیسے ہرگز نہ تھے۔ اس لئے ان کی مثال اس موقع پر بے محل ہے۔ اگر وہ فرزند زندہ ہوتے۔ تو آپ کے لڑکو کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بھلا کب حضرت نوحؑ کے بیٹے جرم دفعہ ۳۸۰ تعزیرات ہند چالان ہو کر ، اضرب بیدؒ کے سزایاب ہوئے۔ آپ بتا سکتے ہیں؟ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ وہ ایک مرسل ربانی کی مخالفت کر کے لعنتی ہوئے۔ اب خواہ ان کو چور کہو۔ بطال کہو۔ بٹ مار کہو۔ یا مار کہو۔ سب حق ہے۔ اور ہمیں نوحؑ کے پسر سے

کیا مطلب۔ ہمیں تو نوح ثانی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے فرزندوں کو دیکھنا اچھا دیکھا۔ کہ وہ برحمت پروردگار بعہدہ امامت اور کوئی بعہدہ وزارت ممتاز ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ کبیر الدین احمد لکھنؤ"

ہے بگڑا ہوا سارا آوے کا آوا

الحمد للہ۔ کہ خدا کے فضل سے میں نے بٹالوی کی خانہ ویرانی اور دینی و دنیوی پریشانی خود بٹالوی کی زبانی سنا کر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر زبردست شہادت پیش کردی ہے۔ مگر بٹالوی کا ایک آخری بیان بھی دل چاہتا ہے۔ کہ ہر خاص و عام تک پہنچا دوں۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ ؎

خانہ ات ویران تو در فکر دگر

کھلے کھلے طور پر ہر شخص کیلئے تصدیق کا موجب بن جائے۔ بٹالوی مخذول اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ میں لکھتا ہے۔ کہ :۔

"ان آٹھوں پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں نے (چھٹی) اپنی ایک والدہ کو بھی مجھ سے نشوز اختیار کرا کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ان گیارہ اشخاص پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں اور ان کے تینوں شوہروں کا میرے برخلاف اتفاق اور جتھا دیکھکر میری وہ زوجہ جو پہلے چار لڑکوں اور دوسری لڑکی کی والدہ ہے۔ مجھ سے نشوز اختیار کر کے اپنے بیٹوں کے پاس چلی گئی وہ بٹالہ میں یا اور جگہ جہاں میں رہوں۔ رہ کر مجھ سے نہیں ملتے۔ میرے پاس سے گذر جانے پر بھی سلام نہیں کرتے۔ مگر ان نادانوں کو یہ علم نہیں۔ کہ ایک زبردست طاقت والا جس پر اس کا بھروسہ ہے۔ اس کے ساتھ ہوگا۔ وہ ان اللہ معنا ان معی ربی کہتا ہوا کسی مخالف حق کی پروا نہ کرے گا۔"

ماشاء اللہ کیا معیت ربی ہے۔ اگر معیت ربی کا نتیجہ اور اثر یہی ہوتا ہے۔ جو بٹالوی ابتر پر ہُوا ہے۔ تو ایسی معیت سے خدا ہر مومن کو بچائے۔ آمین۔ یہ معیت تو اس قصہ کی مصداق ہے۔ کہ کسی لڑائی میں ایک جولاہا مارا گیا۔ جب اس کی نعش گھر آئی۔ تو متوفی کی زوجہ عاقلہ نے پہلے زخموں کو جن سے وہ مرا تھا۔ دیکھنا شروع کیا۔ پھر کہنے لگی۔ کہ زخم تو کاری لگے ہیں۔ جن سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر خدا نے بڑا فضل یہ کیا۔ کہ کنپٹی پر کوئی زخم نہیں آیا یہ خاص رحمت ربی کا نشان ہے۔ کیونکہ کنپٹی پر اگر کوئی تیر لگ جاتا۔ تو پھر خیر نہ تھی۔ خدا جانے کیا ہوتا۔ یہی قول بٹالوی مخذول مدحور کا ہے۔ کہ گھر کا گھر ویران تباہ ہو گیا۔ بیٹے بیٹیاں اور داماد زوجہ اور ربیبہ کلھم اجمعیں بٹالوی کے دشمن دین ح ایمان اور جان بن گئے۔ ایک بھی مطیع و فرمانبردار نہ رہا۔ اس پر بھی ان معی ربی کے ہی مصداق ذات شریف بنے بیٹھے ہیں۔ کیا جن کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ ان کا یہی حشر ہُوا کرتا ہے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

"پیارے ناظرین! یہ سخت عبرت انگیز نظارہ اور ہیبت ناک مقام ہے۔ کہ ایک شخص کی تین بیویاں سات لڑکے ایک ربیبہ تین لڑکیاں ہوں۔ ان میں سے ایک زوجہ تو مر جائے۔ دوسری ناشزہ ہو کر چلی جائے۔ اور لڑکے سب شریر بے دین۔ سرکش اور لڑکیاں بے نماز متکبر بن جائیں۔ داماد ملیں۔ تو غیر سے اچھے نیچے نیک بھی ہوں تو اس تعلق سے وہ بھی عدو مبین ہو جائیں۔ اب حساب لگالو۔ کہ پنجتن پاک تو پانچوں جوان بیٹے اور دو باز و چھوٹے ہر دو فرزند جملہ سات رجال اور تین جوان بیٹیاں صاحب اولاد نسواں جن کی میزان ۷ + ۳ = ۱۰ ہوئی۔ یہ دشمن دین اور باپ کے عدو مبین تو عشرہ کاملہ ہوئے۔ آگے ازواج طیبات میں سے ایک زوجہ مطہرہ ناشزہ کو ملاؤ۔

تو گیارہ ہوئے۔ اور بارھویں رببیہ شریفہ نے مل کر بٹالوی کے لئے دوازدہ امام کی تعداد کو پورا کر دیا۔ آگے اس طرح حساب لگاؤ۔ کہ سات لڑکے اور تین لڑکیاں مل کر دس اور ایک زوجہ ناشزہ گیارہ رببیہ کو خارج کرو۔ کیونکہ وہ غیر ہے۔ بجائے اس کے تین دامادوں کو شامل کر کے میزان کرو۔ تو بٹالوی خاندان کے چودہ مطہر نفس یعنی

چہاردہ معصوم

پورے ہو جائیں گے۔ بحمد اللہ کہ بٹالوی کے خاندان میں پنجتن پاک اور دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم سب کے سب موجود ہیں۔ جب تک اس طرح حساب نہ بنایا جائے تب تک بٹالوی کا ان معی رہبی (خدا میرے ساتھ ہے) کہنا موزون وزیبا نہیں ہوگا۔ ایسی معیت تو بٹالوی اور اس کے تمام ہمخیالوں کو جس سے خسی الدنیا کا خانہ تو پر ہو جائے۔ خدا کرے۔ نصیب ہو۔ آمین

بٹالوی کا ایمان ناقابل بیان

کاش اس مدعی انا خیر منہ کو کچھ معلوم ہوتا۔ تو وہ جان جاتا۔ کہ جسکی اولاد کل کی کل صلبی وجسمانی ایسی گندی اور ناپاک ہے۔ ان کا والد متقی وصالح نہیں ہے۔ کیونکہ مومن صالح کی اولاد کبھی اس طرح سے تمام کی تمام ضائع و برباد و ننگ خاندان نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ اللہ تعالے نے سورہ کہف میں دو مومنوں کی اولاد کا ذکر فرما کے بتا دیا ہے۔ کہ خدا صالح والدین کا اولاد کے بارے میں کتنا لحاظ رکھتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہم السلام جب حسب حکم الٰہی حضرت خضرؑ سے بغرض حصول علم واستفادہ ملے۔ تو اس کو دیکھا کہ ایک بیگناہ لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ اور ایک بستی والوں میں سے دو لڑکوں کی دیوار مفت میں تعمیر کر دی۔ جہاں کے رہنے والوں نے موسیٰؑ اور اس عبد اللہ معروف بہ خضر

کو روٹی تک کے لئے نہیں پوچھا تھا۔ اور پھر موسےؑ کو اس خضر نے قتل غلام اور تعمیر دیوار کی حقیقت یہ بتائی:۔

واما الغلام فکان ابوٰہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیاناً وکفراً فاردنا ان یبدلھما ربھما خیراً منہ زکوٰۃ واقرب رحماً ۔ واما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحاً فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک وما فعلتہ عن امری۔" کہف۔ ع ۱۰

یعنی اس لڑکے کا حال جس کو میں نے تیرے سامنے قتل کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ مجھے مکاشفہ سے معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ لڑکا شریر ہوگا۔ اور اس کے ماں اور باپ مومن ہیں۔ پس مجھے خوف ہوا۔ کہ ماں باپ پر اپنی سرکشی اور کفر سے غالب آجائے۔ اور وہ بیچارے اس کی محبت میں پھنس کر اپنا حال تباہ نہ کرلیں۔ ہم نے دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بچہ کے بدلے میں ایک ایسا بچہ عطا کرے۔ جو بڑا پاک طینت اور پاس مراتب رکھنے والا ہو۔ اور وہ دیوار جو بنائی تھی۔ وہ اس شہر میں دو یتیموں کی تھی۔ اس کے نیچے اس کا خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ بڑا نیک صالح تھا۔ پس تیرے پروردگار نے ارادہ کیا۔ یہ دو نو لڑکے بالغ ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ دیوار گر پڑے۔ اور لوگ سب کچھ لوٹ کر لے جائیں۔ یہ سب تیرے پروردگار کی رحمت سے ہے۔ میں نے اپنی رائے سے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کئے ہیں۔" تفسیر ثنائی جلد پنجم صـ ۶۴

حضرات ذرا سوچ کر بتائیے۔ کہ خدا نے اس لڑکے کو کہ جس کے ماں باپ مومن تھے بوجہ اس کے کہ وہ ان مومنین کے لئے وبال جان ہوگا۔ قتل کروا دیا۔ کیا اولاد بتالوی جو طغیان کی مرتکب ہو چکی۔ اور باپ کے حق میں سخت آزاردہ ثابت ہوئی۔ اگر مومن کی اولاد ہوتی تو خدا اس کو بھی بخاطر مومن والدین کے غارت نہ کر دیتا؟ جس سے یہ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے۔

کہ ما کان ابوھم مومنین ان کے والدین مومنین سے نہیں۔ بلکہ مکذبین سے تھے
پھر دیکھو۔ کہ دو یتیم لڑکوں کے دنیاوی مال کی حفاظت خدا نے محض اس لئے کی۔ کہ کان
ابوھما صالحاً۔ کہ ان کا باپ صالح تھا۔ فقط باپ کی صالحیت اور سعادت کے لحاظ سے
ان کا مال بچایا گیا۔ اگر بٹالوی میں صالحیت اور سعادت ہوتی۔ تو اس کی زندگی میں ہی خدا اس
کی شریر اولاد کی اصلاح نہ کر دیتا۔ ضرور کر دیتا۔ جس سے نتیجہ صاف نکلتا ہے۔ کہ ما کان
ابوھم صالحاً۔ فافھم وتدبرو ولا تکن من الکافرین۔
یہ تو آپ کی اولاد جسمانی کا نقشہ ہے۔ جو خسر الدنیا کا مصداق ہے۔ اور باوجود
اولاد کثیر ہونے کے بھی آپ ابتر کے ابتر ہی رہے۔

چور کی داڑھی میں تنکا،

مخذول۔ مدحور۔ محسور بٹالوی جبکہ اپنی تمام ذریت کا اعمال نامہ لکھ کر اسم وار تمام خورد و
کلاں ذکور و نسواں کے کمالات علمی و اخلاقی کا اظہار کر چکا۔ تو اس کا کانشنس اس کو ملامت
کرنے لگا۔ کہ ظالم نادان! تو نے تو اپنے ہاتھ سے اپنی جڑ کاٹ دی۔ تو نے نہ صرف اولاد
کو ہی ذلیل کیا۔ بلکہ خود بھی ذلیل وخوار ہو گیا۔ کیونکہ الف سے یے کر ی تک اور چھوٹے
سے لے کر بڑے تک جتنے تیرے اقربا تھے۔ سب کے سب ہی گندے ہو گئے۔ تو
اس نتیجہ سے درخت کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ کہ یہ درخت ہی ناپاک ہے۔ جس کے پھل
ایسے ہیں۔ اور یہ سب بٹالوی کی تربیت اور شامت اعمال کا اثر ہے۔ غرض اس خوف نے
بٹالوی کو جو ڈرایا۔ تو اس کے ڈیفنس میں ایسا کچھ بڑبڑایا۔ کہ چپ رہتا۔ تو بہتر تھا۔ مگر سچ ہے

بچائے کون اس کمبخت کو جس کو خدا مارے

جو اس باختہ ہو کر آخر بول پڑا۔ اور جو حقیقی اور لاجواب اعتراض اس پر واقع ہوتا تھا۔ وہ
خود بھی اسے سوجھ گیا۔ جس کا بے معنی اور لایعنی جواب حسب ذیل دیکر داڑھی کے تنکے کو

چھپاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ اس میں خطوط وحدانی کے اندر ہمارے ریمارک ہیں:۔
"یہاں یہ سوال ہوگا۔ کہ سب کے سب لڑکے کیوں ایسی بدچلنی وسرکشی کے طریق پر نکلے۔ (ساتھ ہی لڑکیوں اور زوجہ ناشزہ اور دامادوں کا بھی ذکر ملالو۔ تاکہ سوال مکمل ہو جائے) یہ تمہاری تربیت کا قصور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ میری تعلیم وتربیت تو ان کے حق میں اس طرح ہوتی رہی۔ کہ جب میرا کوئی بچہ (لڑکی ہو یا لڑکا) بولنا سیکھا۔ تو میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کا نام لینا سکھایا۔ پھر تھوڑے تھوڑے کر کے عقائد اسلامی اور نماز پڑھنا سکھایا (جس کا اثر یہ ہوا کہ "بعض ایسے ہو گئے۔ جو اسلام چھوڑ کر عیسائی یا آریہ ہو جانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اور بعض جو میرے جبر سے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ تو بے وضو بلا استنجاء بول وبراز اور بعض نماز کو صریح گالیاں ہی دینے لگے"۔ ص۲۲۶ یہ دعا کی قبولیت کی دلیل ہے مؤلف) پھر جب وہ مکتب کے لائق ہوئے۔ تو معلمین قرآن کے سپرد کیا۔ اور ساتھ ہی اس کے اردو کے رسالے ان کو پڑھائے۔ (جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ "احکام شریعت نماز وغیرہ کا استخفاف اور تحصیل علوم دین کے انکار سے تو کوئی بھی خالی نہ رہا۔ ص۲۲۶) جب سکول کے لائق ہوئے تو سکول میں داخل کیا۔ اور جب چھٹی جماعت تک پہنچے۔ تو مدرسہ میں بھی عربی پڑھوائی۔ اور ایک گھنٹہ گھر پہ (مابدولت نے) خود عربی صرف ونحو پڑھائی۔ اور حلقہ درس قرآن میں ہمیشہ ان کو شامل رکھا۔ نماز کے لئے اپنے ساتھ مسجد میں لیجانا۔ (مگر انہوں نے بے وضو ہی پڑھ جانا) اور وطن میں ہونے کی حالت میں ان کو آوارہ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے روکنا۔ برابر جاری رکھا"۔ (اس ساری کد وکاوش جد وجہد کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ "میری اس تعلیم وتربیت کے ساتھ سب سے پہلے لڑکے (پسر اکبر) نے تعلیم عربی علوم دینی ضروری کے علاوہ سکول کی تعلیم بھی چھوڑ دی۔ اور صرف مڈل پاس کر کے نوکری اختیار کی۔ اسی کی پیروی دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں نے اختیار کی۔ (مگر چھٹے ساتویں کا ذکر خیر کیوں چھوڑ دیا) اور کسی نے ان تین سے مڈل بھی پاس نہ کیا"۔ ص۲۳۲)

ہاں سکول کے چھ گھنٹوں میں ان کو صحبت ان لڑکوں اور ٹیچروں کی جو مذہب غیر اسلامی رکھتے تھے۔ رہی جو ان کے خیالات کو (باستثناء تمام طلباء سکول اور ان کے ہم جماعتوں کے) بیشک خراب کرتی رہی! صفحہ ۲۳ (یہ سارا بداثر طلباء اور استادوں کا اسی کمبخت اولاد پر پڑا۔ ورنہ تمام ہندوستان میں کیا مسلمانوں کے لڑکے ایسے سکولوں میں تعلیم نہیں پاتے۔ اور کیا وہ سب کے سب ہی آریہ یا عیسائی ہو جانے پر طیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیا ان کو سکول کے لڑکے اور ماسٹر یہی تعلیم دیتے رہے۔ کہ اے ابوسعید کے رشید بیٹو! تم سب کے سب اپنے باپ کے دشمن جان اور نافرمان بن جاؤ۔ جسطرح ہو سکے۔ اس کو ستاؤ۔ اس کو جان سے گنواؤ۔ بے وضو نماز پڑھاؤ۔ اگر ایسی ہی ان کو سکول میں تعلیم و تربیت ہوتی رہی ہے۔ تو یہ بھی بٹالوی کی بدقسمتی اور شامت اعمالی اور تکذیب مامور ربانی و مرسل رحمانی کی سزا ہے کہ کمبختی سے ماسٹر ملے۔ تو وہ بھی ایسے کہ جنہوں نے اس کی خانہ ویرانی میں کچھ کسر نہ رکھی۔ ہم جماعت ملے۔ تو وہ بھی ایسے ہی کہ آپ تو والدین کے فرمانبردار رہے۔ مگر ان سعادتمندوں کو ایسے سرکش و شریر بنا کر چھوڑا۔ کہ گھر کا رکھا نہ گھاٹ کا۔ یہ عذاب الٰہی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے   نہد ملک در پنجۂ ظالمے

بہرحال یہ تمام اثر بٹالوی کی تربیت و تعلیم کا ہے۔ اور سب بہانہ جو نتیجہ ہے تکذیب آیات اور مامور من اللہ کا۔

یہ ہے ناظرین۔ بٹالوی کا عذر گناہ بدتر از گناہ۔ یا چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ اب ہم چند آیات و اشعار لکھ کر اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ اگلے باب میں انشاء اللہ اولاد روحانی کے متعلق بٹالوی کی ابتری کا حال لکھتے ہیں۔

بٹالوی نے اپنی تربیت کا تمام طریق بتا کر ایک آنچ کی جو کسر اس کی ذلت میں رہ گئی تھی۔ وہ بھی پوری کر دی۔ کیونکہ ذلت شروع تو خلف اکبر سے ہوئی تھی۔ جس کی انتہا پسر اصغر

پر ہوئی۔ اس کی تکمیل ہر سہ دختران اور دامادوں نے فرمائی۔ اور زوجہ مکرمہ نے ناشزہ بن کر اس کو باوقار اور ربیبہ رشیدہ نے شاندار بنایا۔ اس ذلت کی تخم ریزی بقول بٹالوی ماسٹران سکول نے کی۔ اور آبپاشی ہم جماعت طالب علموں نے جس سے بٹالوی کی ذلت کا باغ سرسبز و شاداب ہو کر اس قابل ہو گیا۔ کہ پبلک سٹیج پر اس کا گلدستہ بنا کر سجایا جائے تاکہ ہر ایک دیکھنے والا اس سے عبرت حاصل کرے۔ مگر چونکہ اصل الاصول ان تمام پھلوں اور پھولوں شاخوں اور پتوں کا بٹالوی کا وجود نامسعود ہے۔ لہذا حسب مقولہ مشہور کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ ان پھلوں سے اصل درخت کا پتہ لگا لو اور غریب بٹالوی کی تمام کمائی برباد جانے پر چار آنسو بہا لو۔ بالآخر ہم اس خانۂ ویران ناشاد کام کے حق میں کہتے ہیں۔ کہ وہ پسر نوحؑ کے قصہ سے سہارا نہ ڈھونڈتا بلکہ اپنی تعلیم و تربیت کے اکارت جانے پر آیات قرآنی و اشعار ذیل کو عبرت کی نگاہ سے پڑھتا۔

ایہا الخاسی۔ اسمع

ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ اولئک الذین کفروا بآیٰت ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔ ذٰلک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیٰتی ورسلی ھزوا الکھف۔ ع ۱۲۔

اے خاسرین کے سرگروہ۔ میں تجھ کو بتلاؤں۔ کہ بڑے گھاٹے اور ٹوٹے میں کون ہیں۔ وہ (تجھ جیسے) لوگ ہیں جن کی تمام کوشش دنیا میں ہی برباد و اکارت گئی (اور کسی تعلیم و تربیت کا ثمرہ نیک نہ ملا۔ بلکہ الٹا اثر ہو کر مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی) اور پھر بھی وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں (اور ان اللہ معنا

ہی کہے جاتے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے رب کے حکموں اور اس کی ملاقات سے منکر ہیں۔ پس ان کے تمام اعمال اکارت گئے۔ اور قیامت کے دن بھی ان کے لئے ہم کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہی ان کی سزا ہے۔ کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات اور رسل سے ٹھٹھا کر کے انکار کیا تھا۔" یہ ہے مسٹر بٹالوی کی سعی ناشکور کا باعث۔ اور ان آیات بالا کا وہ از فرق تا بقدم پورا مصداق فتامل ایها الخاسر المغرور وتفکر ایها المتکبر المغرور ولا تکن من الجاهلین۔ اور اشعار ذیل کو پڑھ کر بٹالوی پہ ماتم کر۔

اشعار

اولاد کا کسی کو نہ دنیا میں داغ ہو   اس داغ سے ہر ایک بشر کو فراغ ہو
پھولا پھلا کسی کا نہ برباد باغ ہو   دشمن کا بھی جہاں میں نہ گھر بے چراغ ہو

آوہ کا آوہ جائے بگڑ جس کمہار کا
کیا حال ہو گا اس کے دل بے قرار کا

باب پنجم

بٹالوی کے روحانی فرزند

باب چہارم میں ابو سعید کے خاندان عالی شان کا صحیح نقشہ بٹالوی کے ہی الفاظ میں کھینچ کر ہم دکھا چکے ہیں۔ اور باوجود موجودگی اولاد ذکور و نسوان اس بدنصیب انسان کی ابتری بتا چکے ہیں۔ اب بٹالوی کے اندرونی رخ اور دوسرے پہلو کی عکسی تصویر اس باب میں اتارتے ہیں۔ تاکہ جسمانی ابتری کے ساتھ روحانی ابتری مل کر مخذول مکذب رسول کی مغضوبیت کا ہمارے ناظرین کو پورا حال معلوم ہو جائے۔

بٹالوی نے جہاں صلبی وجسمانی اولاد کے حالات ظاہر کر کے اپنی ذلت پر شہادت دی ہے۔ وہاں ساتھ ہی روحانی اولاد کا ہی تذکرہ کر کے تکمیل ذلت کر دی ہے۔ روحانی اولاد سے مراد بالفاظ بٹالوی اس کے شاگردان رشید ہیں۔ جن کو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنا روحانی فرزند قرار دے کر ذات شریف کو ان کا روحانی باپ بیان کیا ہے ان روحانی فرزندوں کی صحیح تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ بٹالوی تحریروں میں کہیں کہیں جن کا ذکر آیا ہے۔ وہ سب کے سب ہی بدقسمت استاد کے مخالف اور دشمن ہو گئے۔

وزیر آبادی نابینا

بٹالوی مدحور کا بلاواسطہ ایک شاگرد حافظ عبدالمنّان نابینا وزیر آبادی ہے۔ اس کی حالت بوجہ تعلق بلاواسطہ بالکل روحانی باپ سے ملتی ہے۔ اس نابینا روحانی فرزند کے لڑکے بھی اپنے اندھے باپ کے دشمن اور سخت نافرماں بردار و بدچلن ہیں۔ جن کے عقوق کا حال بذریعہ اہل حدیث شائع ہو کر عاق شدہ قرار دیئے جا چکے ہیں۔ ایک دفعہ فروری ۱۹۰۸ء میں پوتے کے عقیقہ کی دعوت میں نابینا مذکور نے احمدیوں کو مدعو کیا تھا۔ جس سے بعض نااہل اس پر معترض ہوئے۔ کہ ایسا کیوں کیا۔ اس پر ایڈیٹر صاحب بدر سلمہ الرحمٰن نے اس کو تسلی آمیز الفاظ میں اطمینان دلایا۔ کہ حافظ صاحب گھبرا دیں نہیں۔ اور ایسے معترضوں کی پرواہ نہ کریں۔ اس مضمون کو پڑھ کر نابینا وزیر آبادی کا بلاواسطہ اور بٹالوی کا بالواسطہ روحانی فرزند **چودھویں صدی کا یہودی** میاں ثناء اللہ امرتسری بہت سٹ پٹایا۔ اور اپنے استاد کی پردہ دری پر خود ہی قلم اٹھایا۔ اور بدریافت حال بذریعہ خط اپنے استاد سے مندرجہ ذیل جواب لکھوا منگایا۔ جس سے وزیر آبادی کی بٹالوی کے ساتھ **مماثلت** کو پورا کر دکھلایا۔ چنانچہ وزیر آبادی کا جواب جو بنام امرتسری نجدی آیا۔ وہ حسب ذیل شائع کرایا ہے۔

وزیر آبادی نابینا کا امرتسری نجدی کو جواب

" بدر کو دیکھا۔ یہ الزامات اپنے برخورداروں کی وجہ سے مجھ پر چسپاں ہوتے ہیں۔ میں نے مرزائیوں کی دعوت نہیں کی۔ بلکہ عزیز عبد الجبار (پسر خود) کو سخت منع کیا۔ لیکن اس نے میرا کہنا نہیں مانا..... میں نے اس کو بہت زجر کیا۔ لیکن اس نے میری کوئی بات نہ مانی۔ میری اولاد کا حال آپ جانتے ہیں۔ فصبرٌ جمیلٌ" بلفظہ بقدر الحاجت۔

اس پر نابینا کے بلاواسطہ روحانی فرزند امرتسری نے اپنے علاتی بھائیوں کی نیک بختی پر بالفاظ ذیل تصدیق کی۔ کہ

" جناب حافظ صاحب کی اولاد بھی اپنے کاموں میں اسی طرح آزاد ہے۔ جس طرح مرزا صاحب آنجہانی کے دو بڑے بیٹے" (یہ بیہودیانہ تحریر ہے۔ اصل میں یوں کہنا واجب تھا۔ کہ جیسے میرے بالواسطہ اور حافظ صاحب کے بلاواسطہ روحانی باپ بٹالوی کے بیٹے جن کے افعال اور اطوار بٹالوی کی نگاہ میں ایسے ناپسند تھے۔ کہ ان کو محروم الارث ہی کر کے چھوڑا۔ مؤلف)

بٹالوی کا وزیر آبادی نابینا روحانی فرزند بمصداق من کان فی هٰذه اعمٰی اپنے روحانی باپ کو ان لوگوں میں شمار کرتا ہے۔ جو خدا سے بے خوف اور قیامت سے نڈر ہو کر تکفیر یا تضلیل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بٹالوی کے متعلق ثناء اللہ کو ایک خط لکھتا ہے۔ جس کو ثناء اللہ نے الکلام المبین کے صفحہ ۲۹ پر نقل کیا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ رد اربعین کے مفتیوں نے تو غضب ہی کیا ہے۔ کہ ثناء اللہ کو اہلسنت تو کیا۔ اسلام سے بھی خارج کر دیا۔ ایسے مفتیوں کو نہ خدا کا خوف ہے۔ نہ قیامت کا ڈر یہ ہے بٹالوی کے ایک روحانی فرزند کا مختصر حال آگے باقی دیگر فرزندوں کا حال سنو

دیگر روحانی فرزندوں کا حال

چودھویں صدی کے یہودی امرت سری نے ایک رسالہ "اتباع سلف" نام سے شائع کیا تھا۔ جس میں اس نے یہ لکھا تھا۔ کہ سلف کی اتباع کے ہم شرعًا مکلف نہیں۔ نہ ان کا قول کوئی حجت شرعی ہے۔ اس رسالہ کے ساتھ تیس غیر مقلدین مولویوں کی تصدیق بھی تھی۔ ان مصدقین کی نسبت بٹالوی نے پہلے تو حسب ذیل تحریر فرمایا ہے کہ "تیس نفر نے جن میں بعض کہن سال آزمودہ کار علماء اہل افتاء بھی تھے۔ بے سوچے سمجھے عام طور پر اس (اتباع سلف) کو تصدیق کر دیا۔ ایسے مصنف (یعنی ثناء اللہ جیسے) اور ایسے مصدق (یعنی تیس نفر) اسلامی سلطنت میں ہوں۔ تو لائق عزل و تعذیر ہیں۔" بلفظہ اشاعت السنۃ جلد ۲۲ صـ ۳۲۳

آگے چل کر ان تیس نفروں میں سے بعض کو اپنا روحانی فرزند قرار دیتا ہوا لکھتا ہے کہ "یہ ساتوں سوال پہلے تو اے میرے روحانی فرزند (ثناء اللہ) تم پر ہیں۔ پھر تمہارے ۳۰ مصدقین پر کہ ان میں بھی بعض میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی فرزند ہیں"۔ بلفظہ جلد ۲۲ صـ ۳۲۶

ایک جگہ ان تیس بعض روحانی فرزندوں کو اندھے اور الیس منکم رجل رشید کا مصداق بتاتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"ایک جھوٹے (ثناء اللہ) مدعی مذہب اہلحدیث نے ایک رسالہ بنام "اتباع سلف" شائع کیا۔ جس میں اصول مذہب اہل حدیث پر اس نے تیز تلوار چلائی تھی۔ اس تلوار کی چمک نے تیس نفر نام کے علماء پنجاب و ہندوستان کی آنکھوں پر اثر کر کے ان کو اندھا کر دیا۔ اور انہوں نے بن دیکھے بے سمجھے اس رسالہ کے کل مضامین کو تصدیق کر دیا۔ جس کے سبب ان سب علماء کو اس تصدیق نے آیت الیس فیکم رجل رشید کا مصداق بنا دیا ہے۔ جلد ۲۲ صـ ۳

وہابی ایڈووکیٹ کا آخری نوٹس

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد وہابی گورنمنٹ کے ایڈووکیٹ بٹالوی اپنے منہ میاں مٹھو نے اپنی عدالت سے حسب ذیل آخری نوٹس ان تیس نفر کے نام صادر فرما کر وجہ دریافت کی ہے۔ کہ کیوں تم کو اہلحدیث سے خارج نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"مصدقین رسالہ (اتباع سلف) سے (جو میرے بعض بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی فرزند ہیں) آخری خطاب اور سوال کرتا ہوں...... کہ ہمارے انگیزیمینشنز (امتحانات رسالہ اتباع سلف) کے معاینہ کے بعد بھی تمہارا وہی خیال ہے۔ یا بدل گیا بدل گیا ہے۔ تو اس کا اظہار فوراً کرو۔ اور ہمارے مضمون کی تائید میں قلم اٹھاؤ اور اگر وہ خیال نہیں بدلا۔ تو پھر بتاؤ۔ کہ محکمہ ایڈووکیٹ اہل حدیث سے کیوں تم پر مذہب اہل حدیث سے خارج اور مذہب معتزلہ میں داخل ہونے کا حکم نہ لگایا جاوے۔ جس کو اس محکمہ کی خبر نہ ہو۔ وہ اس کا پتہ مولوی ثناء اللہ سے پوچھے" بلفظہٖ جلد ۲۲ صفحہ ۳۷

امید ہے۔ کہ وہابی گورنمنٹ کے ایڈووکیٹ کے محکمہ کا مخروج اہلحدیث امرتسری بذریعہ اپنے اخبار کے ناظرین کو ضرور مطلع کر دے گا۔ کہ آیا ان تیس روحانی فرزندوں نے محکمہ عالیہ ایڈووکیٹ اہل حدیث کے نوٹس کے مطابق اپنے رجوع کا اظہار اور ایڈووکیٹ کے مضمون کی تائید میں قلم اٹھایا تھا۔ یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو پھر آخری آرڈر ایڈووکیٹ کی اندھی عدالت سے جس کے احکامات کا نفاذ عملی صورت اختیار کرنے سے ہمیشہ قاصر رہا اور رہے گا۔ صادر ہوا یا نہیں؟ اور اگر سب کے سب خاموش رہے۔ تو پھر کیوں نہ بٹالوی کو ہی **الدجال** اور روحانی فرزندوں کو اس کی ذریت ثلثون کذابون

کا مصداق قرار دے لیا جائے۔ تاکہ مخبر صادق کی تیس دجالوں اور اکتیسویں دجال اکبر والی پیشگوئی روحانی طور پر بھی اس کی بدولت پوری ہو جائے۔ ذرا سوچ کر جواب دیں۔

ایک اور روحانی فرزند

بٹالوی ابتر نے اشاعۃ السنۃ میں ایک مضمون بعنوان "اہل حدیث میں جعلی پیری مریدی" لکھ کر خاندان غزنویہ پر بے دے کی تھی۔ اس کے جواب میں مولوی عبدالجبار سرگروہ خاندان غزنویہ کے مرید فقیر اللہ نامی نے ایک رسالہ "اعلام الانام" نام سے شائع کیا۔ اس رسالہ میں بٹالوی کی ایسی خبر لی۔ کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ اس فقیر اللہ بنگلوری کو بھی آپ نے آخر اپنا بالواسطہ روحانی فرزند قرار دے ہی دیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"مولوی فقیر اللہ پنجابی مقیم بنگلور ہیں۔ جو حافظ عبدالمنان صاحب کے شاگرد ہیں۔ اور حافظ صاحب خاکسار کے شاگرد ہیں"۔ بلفظہٖ حاشیہ صہ ۱۵۳ جلد ۲۱

اس فرزند نے تو آپ کو روحانی باپ نہیں مانا۔ بلکہ بھائی اور پھر چچا بنا کر چھوڑا ہے اور اپنے رسالہ "توجیہ الکلام" میں بالفاظ ذیل بٹالوی کو رواجی چچا بتایا ہے جیسا کہ لکھتا ہے۔ کہ

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو رشتہ دینی اور تعلق ہم استادی کے لحاظ سے خاکسار کے بھائی اور عمر کے امتیاز سے پنجابی رواج و محاورہ کے موافق چچا ہو سکتے ہیں۔ اشاعۃ السنۃ میں میرے "اعلام الانام" کا جواب برائے نام لکھا۔ اور سراسر ہرزہ درائی وفضول و بطر الحق اور غمتہ الناس سے جو عالم کی شان سے بعید ہے۔ عملنامہ سیاہ کر دیا ہے"۔ بلفظہٖ صفحہ ۲

پھر بٹالوی صاحب کو بالفاظ ذیل خطاب کیا ہے۔ کہ

"اے میرے اغلی چچا واللہ آپ مصلحت قوم کے ہرگز لائق نہیں۔ بلکہ اس کی ضد

کے لائق ہیں۔ بھلا مغلوب الغضب کم حوصلہ تنار وجاہ طلب خود غرض آدمی بھی مصلح قوم بننے کے قابل ہے؟ ہرگز نہیں صلا چچا صاحب کی حالت تعدی وخلاف ورزی حق و دروغگوئی کی کہاں تک پہنچ گئی۔ آپ محدث لکل ماتوہم و مکذب بکل ماسمع ہو گئے ہیں" ص۳۱

"آپ بالکل سفید جھوٹ کوہ قاف کے برابر بولتے ہیں۔ اور ذرا قہر خدا سے نہیں ڈرتے۔ مرض حسد مہلک لا علاج کے مریض کا کیا درمان۔ کہ وہ سوختہ افروختہ صریح کذب واتہام نافرجام سے اپنا انجام خراب کر رہا ہے" ص۷۱

"چچا صاحب کی ناواقفی یا مغالطہ سازی وحق کشی وفریب بازی وحیلہ جوئی و دروغگوئی ایسی ثابت ہوئی۔ کہ عمر بھر ان کو روپوشی اور خموشی چاہیئے۔ بشرطیکہ حیا باقی ہے۔" ص۱۰۳ (افسوس کہ وہی نہیں تھی)

یہ ہے آپ کی خود ساختہ روحانی فرزند کا سرٹیفکیٹ اور یہ ہیں آپ کے روحانی فرزندان رشید۔ خدائی مار ایسی آپ کے سر پر سوار ہے۔ کہ ایک طرف جسمانی اولاد برسر پیکار ہے۔ تو دوسری جانب روحانی اولاد سرگرم کارزار ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک صادق راست باز امام آخر الزمان مسیح دوراں حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مہدی موعود کی تکذیب کی پھٹکار ہے۔ جو چار سو سے ذات شریف پر ادبار ہی ادبار ہے۔ ربنا احفظنا ولا تجعلنا من القوم الظالمین۔ آمین

ان سے علاوہ آپ کا ایک خاص روحانی فرزند ہے۔ جس کو فرقہ حقہ میں چودھویں صدی کا یہودی پکارا جاتا ہے۔ اس کی فرزندیت پر بٹالوی نے دلائل بھی دیئے ہیں۔ اس کا قصہ ہم ایک مستقل باب میں سناتے ہیں۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

باب ششم

بٹالوی کا امرتسری نجدی روحانی فرزند

اور

انی مہین من اراد اہانتک کا کامل نظارہ

اس باب میں ناظرین کو حسب وعدہ بٹالوی ابتر کے روحانی فرزند امرتسری یہودی کی دلچسپ کہانی بٹالوی پیر مغاں کی زبانی سناتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ باپ بیٹا دونوں اس داستان کو سن کر بہت محظوظ ہوں گے۔ اور ناظرین رسالہ انی مہین من اراد اہانتک والی پیشگوئی کا اس میں عجیب نظارہ ملاحظہ کریں گے۔ وباللہ التوفیق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ہدایت انتساب موسومہ بہ مواہب الرحمان میں صفحہ ۱۰۹ سے لیکر اخیر تک امرتسری یہودی کی کبر شکنی کے لئے اس کی بیہودگیوں کا جواب رقم فرمایا تھا جس میں اس کو دجال اور جاہل لکھا تھا۔ بٹالوی مخبط نے اپنی روحانی ابوت کا استحقاق قائم کرنے کے لئے اشاعۃ السنۃ جلد بستم میں امرتسری ملاں کو حسب ذیل الفاظ میں نوٹس دیا۔

(۱) " ازانجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے دوست ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ بواسطہ میرے ایک شاگرد عالم مشہور حافظ مولوی عبد المنان صاحب وزیر آبادی (نابینا) مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ وہ میرے پیرو بھی سمجھے جاتے ہیں۔ (تو مان نہ مان میں تیرا مہمان امرتسری اپنے تیں صاف الفاظ میں غیر مقلد لکھتا ہے۔ اور بقول خود بجز پیروی نبی معصوم دوسرے کی پیروی کو اپنے لئے داغ غلامی سے بدتر سمجھتا ہے۔ مگر بٹالوی خبطی اس کو اپنا پیرو قرار دے لیتا ہے۔ مؤلف) لہذا وہ یہ حق رکھتے ہیں

کہ اس اقرار عہد کی خلاف ورزی کی وجہ سے (جو کہ حضرت اقدسؑ اور بٹالوی کا ڈوئی صاحب بہادر کی عدالت میں باہمی ہوا تھا۔ مؤلف) اس کو (یعنی مرزا صاحبؑ کو) عدالت کی سیر کرائیں۔

(۲) اور دوسرا گورنمنٹ کے عطا کردہ خطاب مولوی فاضل کی سخت توہین کی ہے۔ جس شخص کو گورنمنٹ مولوی فاضل کا خطاب دے۔ وہ جاہل کہلاوے۔ تو ان خطابات کی کیا وقعت رہی"۔

(۳) "میرے دوست مولوی صاحب نے کچھ نہ کیا۔ تو ہم کو اشتہار دینا پڑے گا۔ کہ مولوی صاحب اب ہمارے دوستوں اور پیروان سے نہیں رہے۔ جو کچھ کوئی ان کو کہے۔ وہ ہماری جماعت کی طرف منسوب نہ سمجھا جاوے"۔ بلفظہ ملخصاً جلد ۲۰ نمبر ۴ صفحہ ۱۰۹

اس مہمل غیر مربوط نوٹس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ایڈیٹر اہلحدیث کو چونکہ دجال لکھا ہے۔ اس لئے امرت سری دجال کو مرزا صاحبؑ پر نالش ہتک عزت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مرزا صاحبؑ مسٹر ڈوئی کی عدالت میں معاہدہ کر چکے ہیں کہ آئندہ میں محمد حسین کے کسی دوست اور پیرو کار کو برے الفاظ سے ذکر نہیں کرونگا۔ چونکہ امرتسری یہودی میرا دوست اور پیرو بھی ہے۔ اور اس کو دجال لکھ کر مرزا صاحبؑ نے عہد شکنی کی ہے لہذا وہ اس خلاف ورزی معاہدہ کی بنا پر نالش کردے۔ خصوصاً جبکہ امرتسری کو گورنمنٹ یونیورسٹی نے مولوی فاضل کا خطاب دیا ہے۔ تو مرزا صاحبؑ اس کو جاہل کہتے ہیں۔ یہ بڑی ہتک ہے۔ ضرور امرتسری نالش کرے۔ اور اگر امرتسری نے ہمارے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو ہم اس کی بابت اشتہار دے دیں گے۔ کہ آئندہ ہمارے دوستوں اور پیرووں میں سے نہیں ہے۔ کوئی جو چاہے۔ ان کو کہے۔ ہمارا تعلق اس سے نہ ہوگا۔ یہ ہے اس ہذیان کا مطلب۔

امرت سری نے اس حکم کی تعمیل سے انحراف کیا۔ اور کہا۔ کہ باہمی مناظرات میں ایسے الفاظ کا لکھا جانا معمولی بات ہے۔ اگر عدالتوں میں چارہ جوئی کی جائے۔ تو کس کس پر

نالش کریں"۔ بہر حال امرتسری نے نہایت عاقبت اندیشی سے کام لے کر اپنے معتقداء کی نافرمانی کی۔ اور شاید اس نے اس موقعہ کو بھی غنیمت سمجھا۔ کہ اس طرح بٹالوی خبطی اُندہ خدا کرے یہی اشتہار دیدے کہ ثناء اللہ میرا پیر و نہیں۔ مگر افسوس کہ بٹالوی دروغگو نے ایفاء عہد نہیں کیا۔ اور اس عدم تعمیل نوٹس کی بناء پر امرتسری کے متعلق خروج کا کوئی حکم شائع نہیں فرمایا۔ البتہ ترقی کر کے پہلے اگر پیرو بنایا تھا۔ تو اب آپ نے اس کے روحانی باپ ہونے کا پرزور ادعا کر دیا۔ اور اُسے اپنا روحانی فرزند ہی بنا ڈالا۔ جس سے امرتسری نے بوجوہات ذیل انکار کیا۔

امرتسری کا بیٹا ہونے سے انکار

بدنصیب بٹالوی کو ہر ایک اولاد نے ابوت سے منہ توڑ جواب ہی دیا۔ پہلے تو ان کے جسمانی فرزندان رشید نے بٹالوی کے منہ پر فرمایا۔ کہ "تو ہمارا باپ نہیں" اشاعۃ السنۃ جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۵ اب روحانی فرزندوں نے بھی آپ کی ابوت مزعومہ سے انکار بلیغ شروع کیا۔ چنانچہ امرتسری نے کہا۔ "آپ مجھے بار بار روحانی فرزند کہہ کر میرا دل دکھاتے ہو۔ یہ لفظ اگر اس خیال سے کہ میں حافظ عبد المنان کا شاگرد ہوں۔ اور آپ ان کے استاد ہیں۔ تو یہ خیال دو وجہ سے صحیح نہیں۔ وجہ اول یہ کہ جس فن (تفسیر میں) وہ آپ کے شاگرد ہیں۔ اس فن میں میں ان کا شاگرد نہیں۔ میں نے حافظ صاحب سے حدیث پڑھی۔ نہ تفسیر بیضاوی۔ وجہ دوم یہ کہ اہل معقول کا اصول ہے۔ کہ علت بعیدہ کا اثر معلول تک نہیں پہنچتا۔ الخ" اس طرح خلف رشید نے اپنے بوڑھے روحانی باپ کو دلائل اور علم معقول کے ذریعہ ابوت سے خارج کیا ہے۔ اور خبطی باپ کو سمجھایا ہے۔ کہ جس دور کے تعلق سے مجھے آپ بیٹا بنائے جاتے ہیں۔ وہ عقل کی رو سے آپ کی ابوت کا مثبت نہیں۔ نیز وہ سرے سے ہے ہی غلط۔ یعنے نہ تو عبد المنان اس فن میں آپ کا شاگرد ہے۔ جس فن

میں وہ میرا استاد ہے۔ اور نہ ہی اس فن میں میں اس کا شاگرد ہوں۔ جس علم میں وہ تمہارا شاگرد ہے۔ پس کیسا باپ اور کس کا بیٹا؟

بٹالوی کا باپ بننے پر اصرار

مگر بٹالوی مخبط بھی کچھ ایسا حیا کا پتلا ہے۔ کہ بیٹے کے پیش کردہ دلائل کی تردید کر کے اپنا حق ابوت قائم ہی کئے جاتا ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۱ کے نصیحت نامہ نمبر ۳۳ میں امرت سری نجدی کو جواب دیتا ہے۔ کہ " یہ اعتراض نہایت ہی شرمناک ہے۔ اور جاہلانہ دروغ پر مشتمل ہے۔ حافظ عبدالمنان نے خاکسار سے حدیث بھی پڑھی ہے جبھی تو اس کا بھی بڑا غرق ہوا۔ کہ بٹالوی کی طرح وہ بھی اولاد کی طرف سے جان بلب ہو رہا ہے۔ مؤلف) کہو بیٹا۔ اب بھی حدیث میں میرے شاگردان کے شاگرد ہونے سے انکار کرو گے۔ وجہ دوم تم نے جو کہا ہے۔ اس میں شرمناک جہالت کا اظہار کیا ہے (یہ الفاظ جاہلانہ اور جہالت اسی برخوردار کی شان میں استعمال ہو رہے ہیں۔ جس کو گورنمنٹ سے مولوی فاضل کا خطاب ملا ہوا ہے۔ مؤلف) غلطت بعیدہ کا اثر معلول تک نہیں پہنچتا۔ تو چاہیئے۔ کہ بیٹا تم اپنے جسمانی باپ کے باپ (دادا) کے باپ ہونے سے بھی انکار کرو" بلفظہٖ !!!

دیکھیئے۔ کس زور کے ساتھ بچارا بٹالوی امرتسری کا روحانی باپ ہونے پر زور دیتا ہوا بیٹا بیٹا کہہ کر ہونٹھ خشک کئے لیتا ہے۔ مگر بے رحم امرتسری پھر بھی ضد ہی کئے جاتا ہے۔ اور اس کی روحانی ابوت کو تسلیم نہیں کر لیتا۔

انصاف کا اظہار

ہمارے خیال میں فیصلہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اول بٹالوی اپنے بلاواسطہ روحانی فرزند

عبدالمنان نابینا سے سرٹیفکیٹ حاصل کرتا۔ کہ وہ علم حدیث میں بٹالوی کا شاگرد ہے یا نہیں اگر وہ الوت کا سرٹیفکیٹ بٹالوی کو دیدیتا۔ تو امرتسری یہودی کو بلاچون وچرا بٹالوی کی فرزندی میں داخل ہونا چاہیئے تھا۔ اور اپنی اس نامعقول دلیل کو کہ "علت بعیدہ کا اثر معلول تک نہیں پہنچتا" واپس لے لیتا۔ کیونکہ اس دلیل کی بناپر واقعی دادا صاحب کا جو کہ علت بعیدہ ہے۔ بلکہ پڑدادا صاحب کا بھی امرتسری کو جو کہ معلول ہے۔ انکار کردینا ضروری ہوگا۔ پس امرتسری کی یہ دلیل ناقابل سماعت ہے۔ اور نہ بٹالوی کی وہ دلیل کہ وزیر آبادی نابینا علم حدیث میں اس کا شاگرد ہے۔ بغیر حصول سرٹیفکیٹ قابل پذیرائی

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب پھر اصل مدعا کی طرف ہم آکر بتاتے ہیں۔ کہ بٹالوی مخبوط الحواس نے جو امرتسری یہودی کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ وہ مرزا صاحب پر نالش کردے۔ کیونکہ اس کو جاہل کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سندیافتہ فاضل ہے۔ تو اب جبکہ بٹالوی مدحور نے اسی فاضل سندیافتہ کی فضیلت اور سند کے متعلق جو کچھ اپنے قلم سے لکھ کر شائع کیا تھا۔ آیا وہ بھی لائبل بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ یا نہیں؟ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں۔ بٹالوی مذکور خدا سے دور ثناء اللہ کو حسب ذیل القاب دیتا ہے۔

بٹالوی کے سرٹیفکیٹ امرتسری فاضل کو

بڑی صفائی سے بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ اپنے بالواسطہ روحانی فرزند امرتسری غیر مقلد کو لکھتا ہے۔ کہ

(۱) "اس شر مناک اعتراض سوم کو اس کے اخبار اہل حدیث میں پڑھ کر کسی اہل علم نے عزیز امرتسری کو اہل علم و راستباز سمجھا۔ تو میں بڑے زور سے کہوں گا۔ کہ وہ خود اہل علم نہیں" بلفظہٖ جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۱

(۲) "اعتراض پنجم میں تو اس شوخ عزیز نے بے علمی و نافہمی کے ساتھ اپنی بدتہذیبی و

بددیانتی کا کامل ثبوت دیا ہے" ۔ جلد ۲۱ صہ ۹۴

(۳) اس سے بھی بڑھ کر ثناء اللہ کی امانت و دیانت و اخلاق کی ایک مثال سنو بعرصہ ایکماہ سے اس کو سرورق جلد ۱۲ کی کاپی لکھوانے کو دی تھی۔ وہ کاپی کو بھی دبا بیٹھا ہے۔ نہ کاپی دیتا ہے۔ نہ مضمون واپس کرتا ہے۔ اس کاپی یا مضمون واپس کرنے کے لئے بھی میاں جیب اللہ۔ مولوی اسماعیل وغیرہ اس کو بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔ مگر وہ کسی کی نہیں مانتا۔ اور اب وہ صرف اس امر کا منتظر ہے۔ کہ کوئی قوی الجثہ موچی دروازہ لاہور کا گنڈا دجو آپ کی روحانی یا جسمانی البوت سے تربیت یافتہ ہو۔ مؤلف) امرتسر پہنچکر ہاتھ سے اسکو سیدھا کرے۔ اور زبردستی اس سے کاپی چھین لاوے۔ یا خاکسار اس پر عدالت میں استغاثہ کرے" بلفظہٖ جلد ۱۲ صہ ۷

ماشاء اللہ کیا شریفانہ طرز حصول کاپی کا بیان فرمایا ہے۔ جس سے بٹالوی کی علمیت و روحانیت و البوت کی اچھی خاصی پردہ دری ہو کر آپ کی سوقیانہ طرز تحریر و بازاری اخلاق کا پتہ لگ جاتا ہے۔ بہر حال ان اقتباسوں میں امرتسری کو بے علم۔ نافہم۔ بدتہذیب بددیانت لاہوری گنڈوں کے ہاتھ سیدھا ہونے کا منتظر بتایا گیا ہے۔ اور پھر اس پر بٹالوی کا امیدوار رہنا کہ وہ اس کو روحانی باپ مان لے۔ اگر جہالت و حماقت نہیں تو کیا ہے؟ آگے باب ہفتم میں الہام انی مہین کا مزید عبرتناک نظارہ ملاحظہ کریں۔ کہ کس طرح خداوند تعالیٰ نے بٹالوی کی تذلیل کی ہے۔

باب ہفتم

پیشگوئی انی مھین من اراد اھانتک کی مزید تصدیق

باب ششم میں بٹالوی کا امرتسری نجدی کے متعلق جو یہ بیان نقل ہوا ہے۔ کہ بٹالوی نے

میاں ثناء اللہ امرتسری کو ایک کاپی اشاعۃ السنۃ کے سرورق کی لکھوانے کو دی گئی تھی جو ثناء اللہ نے لکھوا کر نہ بھیجی جس کے لئے بٹالوی کو جو حیدر دروازہ لاہور کے کسی قومی انجمن گنڈے کی خدمات کی ضرورت پڑی۔ جو امرتسر پہنچ کر میاں ثناء اللہ کو ہاتھ سے سیدھا کر کے اور زبردستی کاپی اس سے چھین لاوے۔ یہ کاپی نامہ بھی بٹالوی کی ذلت میں اس قدر اضافہ کرنے والا ہے۔ کہ جس کی تصدیق تو نائب بٹالوی کے امرتسری روحانی فرزند کو بھی کرنی پڑی۔ چونکہ یہ ایک دلچسپ مضمون ہے۔ اس لئے اس کا ناظرین رسالہ کو سنانا بھی بٹالوی ذلت کے واسطے ضروری ہے۔

کاپی نامہ بٹالوی

یہ کاپی والا قضیہ جس طرح شروع ہوتا ہے۔ اس کا ذکر ہم بٹالوی کے عاق شدہ روحانی فرزند میاں ثناء اللہ امرتسری کی زبان سے ہی سنواتے ہیں۔ امرتسری غیر مقلد اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۰ء میں زیر عنوان "میرے ناکردہ گناہ" اپنے روحانی باپ بٹالوی کی ذلت اور الہام اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کی اشارۃً تصدیق کرتا ہوا اس کاپی نامہ کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔ کہ:۔

"چند روز ہوئے مولانا (محمد حسین) صاحب کو کاپیاں تصحیح کرانے کے لئے کاتب کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے مرزا صاحب قادیانی کے کاتب کو خط لکھا۔ کہ بٹالہ آن کر میری کاپیاں صحیح کر دو۔ اور نامناسب سمجھو۔ تو میرا یہ خط مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کر کے اجازت لے آؤ یہ بھی لکھا کہ کاپیوں میں مرزا صاحب کے برخلاف مضمون نہیں۔ بلکہ ثناء اللہ اور اس کے حامیوں کی خبر لی گئی ہے۔ یہ بھی لکھا۔ کہ اگر تم نہ آسکو۔ تو میں ہی قادیان میں آجاؤنگا۔ میرے لئے مکان الگ تجویز کر دینا۔

یہ خط جب مرزا صاحب کے ہاں پیش ہوا۔ تو انہوں نے اس موقع کو بسا غنیمت سمجھا۔

اور جھٹ سے لکھا۔ کہ مولوی صاحب یہ آپ کا گھر ہے۔ آپ فوراً تشریف لاویں۔ یہاں آپ کا سب کام بنوا دیا جائے گا۔ مرزا صاحبؑ نے اتنا تملق دو وجہ سے کیا۔ ایک۱ تو محمد حسین کی رجوع والی پیشگوئی کی تمہید بٹھانے کی غرض تھی۔ دوئم۲ مرزا صاحبؑ اپنی سچائی کے دلائل میں یہ بھی لکھا کرتے ہیں۔ کہ دیکھو میں ایک زمانہ میں تن تنہا تھا۔ جب سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ خدا کی تائید سے میری یہ ترقی ہوئی۔ کہ آج قادیان میں ہر طرح کے علمی سامان موجود ہیں۔ اس کے مقابلہ پر مخالفین کے حق میں یہ الہام ہے۔ انی مھین من اراد اھانتک یعنی جو کوئی میری اہانت کرے گا۔ خدا اس کی اہانت کرے گا۔

میں نے جو سنا۔ کہ مولوی صاحب سے مرزا صاحبؑ کی یہ خط و کتابت ہو رہی ہے تو میں نے (بمقتضائے فطرت یہودیانہ یصدون عن سبیل اللہ پر عمل کر کے۔ مؤلف) اسی وقت مولوی صاحب کو اطلاع دی۔ کہ قادیان میں آپ کا جانا ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ میں اپنا کام چھوڑ کر آپ کا کام کرا دونگا۔ چنانچہ وہ کاپیاں لیکر امرتسر تشریف لائے۔ تو میں نے ان کا سب کام درست کرا دیا۔" (اہل حدیث صفحہ ۲ کالم اول)

پیارے ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ کہ امرتسری بدخو نے صاف الفاظ میں اقرار کر لیا۔ کہ بٹالوی کا اس کام کے لئے قادیان جانا انی مھین کی پیشگوئی کا لاجواب نشانہ بننا تھا۔ اس لئے تو امرتسری مسیلمہ ثانی اس کو اپنے اور بٹالوی کے حق میں ڈوب مرنے کا مقام قرار دیتا ہے۔ کیا اب بھی انی مھین کی تصدیق میں کچھ شک ہے؟ اگر خباثت فطری اور ضلالت جبلی سے ہی کوئی نہ سمجھے۔ تو اگلا بیان پڑھ کے تصدیق کرے۔ جس کو باوجود مخفی رکھنے کی کوشش کے خدا نے امرتسری کی ہی زبان سے طشت از بام کرا دیا۔ اور کرایا بھی اسی کے ہاتھ سے جو اس کو چھپانے کا ساعی تھا۔ چنانچہ ناکام امرت سری ظلام لکھتا ہے۔ کہ :۔

"اس سے بعد مولوی محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنۃ جلد ۲۱ کا سرورق لکھوانا تھا امرت سر میں کسی کاتب نے ذمہ نہ لیا۔ تو مجھے فرمایا۔ کہ تم لکھوا دو۔ میں نے اس مضمون کو

بطالوی کے روحانی فرزند امرتسری کی بطالوی کی ذلت پر گواہی

دیکھا۔ تو بعض فقرات اس میں بھی (اس "بھی" کو ناظرین خوب ملاحظہ فرمالیں۔ جو اس سے پہلی ذلتوں کی خبر دے رہی ہے۔ مؤلف) ایسے پائے۔ کہ مرزا صاحبؑ کی تائید اور مولوی صاحب کی تذلیل معلوم ہوئی (کیا اب بھی پیشگوئی انی مہین کی تصدیق میں کوئی شبہ رہتا ہے۔ مؤلف) مولوی صاحب نے اپنے پرچہ کے خریداروں کو ترغیب دیتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ تمام کام مضمون نگاری۔ مینیجری۔ محرری۔ یہاں تک کہ ڈسپیچری بھی میں خود کرتا ہوں۔ ڈسپیچری کے معنی ہیں فرمے تہ کرنے۔ یہ کام عموماً دو تین روپیہ ماہوار پر پریسوں میں چھوٹے چھوٹے بچے کیا کرتے ہیں۔ یہ لفظ دیکھکر میری غیر تمندانہ (نہیں بیہودیانہ) طبیعت نے نہ چاہا کہ یہ مضمون شائع ہو۔ (مگر خدا تعالےٰ نے جو غیور ہے۔ بطالوی اور امرتسری کے گلے پر چھری رکھ کر بہت ہی اعلیٰ طریق سے اس کو شائع کرا دیا۔ تاکہ نشان الٰہی ظاہر ہو کر بطالوی اور ثنائی روسیاہی کا باعث بنے۔ اور دنیا دیکھ لے۔ کہ بطالوی جو خدا کے برگزیدہ رسول مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب و تکفیر میں لگا ہوا ہے۔ اور جس نے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ ہی وہ مرزا کی جماعت کو تتر بتر کر دیگا۔ اس کا وہ آلہ کار اور وہ خود کن کن ناکامیوں اور ذلتوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اور خدا کی نصرت کس طرف ہے۔ اور آسمانی لعنت کس پر پڑ رہی ہے۔ مؤلف) چنانچہ میں نے عبدالعزیز سوداگر بوٹ سے بھی جو مولوی صاحب کے اخص دوست ہیں۔ ذکر کیا۔ کہ یہ مضمون مولوی صاحب کا بہت گرا ہوا ہے۔ آپ بھی ان کو لکھیئے۔ کہ اس کو ترمیم کریں۔ ورنہ دشمن در کمین است۔ شیخصاحب نے بھی میری رائے سے اتفاق کیا۔ کہ میں لکھونگا۔ سردست اس کو آپ ملتوی رکھیں" منہ کلام

الحمدللہ۔ کہ بطالوی کے عاق شدہ روحانی فرزند نے اپنے روحانی باپ بطالوی کو دوستی کے پردہ میں ایسا ذلیل کیا۔ کہ جن باتوں سے اس کی نظر میں بطالوی کی ذلت ہوتی تھی انہیں کو اخبار میں نقل کر کے اور ساتھ ہی ذلت کا اقرار سنا کر تکمیل ذلت کر دی۔ اور آگے چل کر انہی اظہار ذلت کا جن الفاظ میں عذر پیش کیا ہے۔ وہ اور بھی صداقت مسیح موعودؑ

کے لئے دلیل ہیں۔ جیسا کہ امرتسری لکھتا ہے۔ کہ

"شاید اب سوال یہ ہو۔ کہ ان کو ظاہر کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف (بٹالوی) نے ان کے اظہار پر مجھے مجبور کیا۔ کیونکہ کاپی مذکور کے دیر لگنے پر جو محض نیک نیتی اور اصلاح کی غرض سے تھی۔ مولوی صاحب نے میری دیانت اور اخلاق پر حملہ کر کے ایک مضمون اشاعۃ السنۃ جلد ۲۱ کے سرورق پر لکھ مارا۔ (جس کو ہم باب ششم کے آخر میں نقل کر چکے ہیں۔ مؤلف) اس میں بڑی وجہ یہ بھی لکھی۔ کہ ہماری کاپی کو بلا وجہ دیر کر دی۔ پھر لطف یہ ہے۔ کہ نیچے (سرورق کے) حاشیہ پر کاپی کی رسید بھی لکھی ہے۔ تاہم مجھے (ثناء اللہ کو) بد دیانت کہا ہے۔ اس طرفہ پر طرہ یہ ہے۔ کہ کاپی مذکور کی اجرت میں تو کاتب کو اسی روز دے چکا۔ لیکن مولانا صاحب نے آج تک نہیں دی۔ نہ دینے کا نام لیا۔ صرف اتنا لکھ دیا۔ کہ کاپی واپس کر دی۔ حالانکہ واپس بھی میرے پاس نہیں آئی۔" (اہلحدیث مذکور)

خدا کے فضل سے ہم نے روحانی بیٹے کی گواہی اور زبان قلم سے ہی اس کے روحانی باپ بٹالوی کی ذلت ثابت کر کے پیشگوئی انی مھین من اراد اھانتک کا کامل نظارہ دکھا دیا۔ اور اس کی ذلت کے ساتھ ہی اس کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی تباہی بھی ہو گئی۔ اب جبکہ حسب پیشگوئی حضرت مسیح موعود ؎ خانہ ات ویران تو در فکر دگر

ہم اس کی اولاد و متعلقین کے ہاتھ سے بٹالوی کی خانہ ویرانی اور اس کی روحانی اولاد کی زبان سے اس کی نمایاں خسرانی کے اظہار سے فارغ ہو چکے ہیں۔ تو بٹالوی کی ایک پوزیشن باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ اس کی امامت نماز ہے۔ جس کا ذکر گذشتہ کسی باب میں ہم نے کیا تھا۔ کہ وہ لاہور کے اہلحدیث کی مسجد چینیانوالی میں امام بھی مقرر ہوا تھا۔ امامت کا انجام بھی لگتے ہاتھ سنا دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو بٹالوی کا ہر ایک ذلت میں پورے نمبر حاصل کرنا معلوم ہو جائے۔

اظہار ذلت بقلم امرتسری کا مضمون نمبر ۴

بٹالوی کا مسجد سے اخراج

لاہور میں بابا چٹو ایک مشہور غیر مقلد تھا۔ جو بعد میں چکڑالوی ہو گیا۔ اور اب فوت ہو چکا ہے۔ اس نے ایک کتاب "اصلاح الانسان بعبادت الرحمٰن" اس زمانہ میں شائع کی تھی۔ جبکہ وہ بڑے سرگرم وہابی اور اہلحدیث لاہور کے ایک سرگروہ تھے۔ اس کتاب میں بابا محمد چٹو صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"مولوی محمد حسین صاحب کو مسجد چینیاں میں ابتداء میں لانے والے بھی ہم ہی تھے جب تک وہ اپنا فخر کم کرتے تھے۔ اور راہ راست پر رہے۔ ہم ان کے مددگار تھے۔ جب مولوی صاحب کو ایک انگریز بہادر کی ملاقات کا فخر حاصل ہوا۔ اسی وقت سے مولوی صاحب کے طریق میں ایک تغیر موج مارنے لگا۔ ایک جمعہ کے دن مولوی صاحب اپنے جاہ و جلال میں آ کر یوں در افشاں ہوئے۔ کہ ہم مسجد سے ابھی چلے جاویں۔ مگر ڈر ہے۔ کہ مسجد ویران ہو جائیگی۔ اس پر ایک ضلعدار بولے۔ کہ جو لوگ مولوی صاحب کے ساتھ جانے والے ہیں۔ وہ ہاتھ اٹھائیں۔ مگر ایک آدمی نے بھی مولوی صاحب کی اس آرزو کو پورا نہ کیا۔ تو مولوی صاحب اس مسجد سے ایسے گئے۔ کہ اب تک واپس نہیں آئے۔ اب مولوی صاحب کو بھی مناسب ہے۔ کہ اپنا حال وہ بہت درست اپنے اشاعۃ السنۃ میں درج کریں۔ کہ جن کو وہ اپنی ذات پر احسانات لکھیں گے۔ وہ احسانات ہیں یا غضب الٰہی۔ (صفحہ ۱۷ حاشیہ)

دیکھئے۔ جو شخص اپنے آپ کو اہلحدیث کا وکیل اور ایڈووکیٹ کہتا تھا۔ اس کو مامور من اللہ کی تکذیب کی ذمت بدست یہ بدلہ ملا۔ کہ مسجد سے نکلتے ہوئے اس کا ایک بھی ساتھی نہ تھا۔ آخر مندرجہ ذیل شعر پڑھتا ہوا وہ مسجد سے نکل گیا۔ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن ٭ بہت بے آبرو ہو کر تری مسجد سے ہم نکلے

فاعتبروا یا اولی الابصار

باب ہشتم

بٹالوی کے متعلق چشم دید حالات

اور خاکسار مؤلف کی بٹالوی سے ملاقات

غالباً ۱۹۱۱ء میں میں دہلی سے کسی کام کیلئے لاہور گیا تھا۔ وہاں پر مجھے میرے محترم دوست شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم ملے۔ اور آپ نے مجھ فرمایا۔ کہ چلو تمہیں آج مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی سے ملاؤں۔ اسکا وجود صداقت مسیح موعودؑ کیلئے ایک زبردست نشان ہے۔ مجھے بھی اس تاریخی انسان کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ میں انکے ساتھ ہو لیا۔ بٹالوی ان دنوں شاید عصار موسیٰ کے مصنف کے مکان پر مقیم تھا۔ عرفانی صاحب مجھے لاہور کی تنگ تاریک گلیوں میں پھراتے ہوئے اس کی قیام گاہ تک لے پہنچے آواز دی۔ بٹالوی نے پوچھا۔ کون ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ یعقوب علی۔ جواب ملا۔ کہ اندر آجاؤ۔ ہم دونو اندر چلے گئے۔ دیکھا۔ کہ بٹالوی ایک اندھیری کوٹھری میں جہاں صرف ایک چارپائی پڑی ہے۔ اور اس کے پاس ہی ایک چٹائی پر جو نہایت گندی اور پھٹی ہوئی تھی۔ بیٹھا ہے۔ کوٹھڑی کے ایک طرف اندر ہی مٹی کا چولہا رکھا ہے۔ اور ایک دس سالہ لڑکی چولہے پر مٹی کی ہانڈی رکھی ہوئی اس کے نیچے آگ جلا رہی ہے۔ جس سے تمام کوٹھری دھواں دھار ہو رہی ہے۔ لڑکی کی آنکھوں سے آگ کو پھونکتے پھونکتے آنسو نکل رہے ہیں۔ اور بیچاری منہ کی پھونکوں سے آگ سلگا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ گواہ ہے۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں۔ کہ اس کوٹھری کی حالت اور بٹالوی کی اس وقت کی رہائش دیکھ کر مجھے زمینداروں کی اس گڈھیال کا نقشہ سامنے آگیا۔ جس میں وہ گنے پیڑ کر اس کے رس کا گڑ پکایا کرتے ہیں۔ نہایت اندھیرا گھپ اور

دھوئیں سے ہاتھ نہیں نظر آتا۔ وہ فرش چٹائی جس پر خود بدولت چارپائی کے پاس تشریف فرما تھے۔ اتنی میلی اور کوڑے سے پر کہ جہاں انسان تو کیا کوئی ذلیل ترین حیوان بھی بندھنا پسند نہ کرے۔ سردی کا موسم تھا۔ میں دہلی سے گیا تھا بٹالوی کی اس حالت کو دیکھ کر مجھے اس پر بہت ہی ترس آیا۔ کہ الٰہی یہی وہ شخص ہے۔ جو بازاروں سے جب گذرتا تھا۔ تو لوگ اس کی تعظیم کے لئے اپنی دکانوں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جھک جھک کر سلام کیا کرتے تھے۔ خدایا! یہی وہ انسان ہے۔ جس نے بڑی تعلی سے متکبرانہ یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ میں نے ہی مرزا کو اونچا کیا ہے۔ میں ہی اس کو نیچے گراؤں گا۔ اللہ! اللہ! یہ وہ ابوسعید ہے۔ جو اہلحدیث کا ایڈووکیٹ کہلاتا تھا۔ آج یہ ایسی کس مپرسی سے اندھیری کوٹھڑی میں فرش خاک پر اپنی رذہ اور خستہ حالت پر دھوئیں سے آنسو بہا رہا ہے۔ اور سوائے اس کی ایک معصوم لڑکی کے۔ اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ بہر حال میں شیخ صاحب عرفانی کے ساتھ اسی خاک وراکھ آلودہ چٹائی پر بیٹھ گیا۔ شیخ صاحب نے بٹالوی کو مجھ سے انٹروڈیوس کرایا۔ اور پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔

عرفانی۔ مولوی صاحب آج کل یہاں کیا شغل ہے؟

بٹالوی: اشاعتہ السنتہ چھپوا رہا ہوں۔

عرفانی۔ کیا مضمون آج کل اشاعتہ السنتہ میں لکھا ہے۔

بٹالوی۔ مختلف مضامین لکھے ہیں۔ جس میں مرزا کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

عرفانی۔ مولوی صاحب ابھی تک آپ کو عبرت نہیں ہوئی؟ ابھی تک آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو نہیں سمجھا۔ اب تو آپ کا آخری وقت قریب ہے چھوڑو اس خبط کو۔ اور سید ھے ہو کر خدا کی طرف چل پڑو۔ آپ نے سب زور

اپنا لگا لیا۔ مگر سوائے ناکامی اور نامرادی کے اب تک آپ کو کیا ملا ہے۔ جو ابھی اور کسی وقت کا انتظار ہے۔

بٹالوی۔ میں ہرگز مرزا کو مسیح موعود نہیں مانونگا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

عرفانی۔ مولوی صاحب! کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ یہ رسالہ اشاعۃ السنۃ پہلے کس حیثیت اور شان سے ماہ بماہ نکلا کرتا تھا۔ پھر جب سے آپ نے مرزا صاحبؑ کی مخالفت پر مضامین لکھنے شروع کئے۔ تو اس رسالہ کی کیا درگت بنی۔ کہ ماہوار سے سہ ماہی اور پھر ششماہی پھر سالانہ اور پھر دو دو تین تین سال بعد نکلنے لگا۔ اس کے خریدار بھی نہ رہے کاتب اور پریس بھی جواب دیکھے گھر بار کا یہ حال ہو گیا۔ کہ سب اپنے بیگانے زن و فرزند دشمن ہو گئے۔ اور اس لاہور میں جہاں آپ کا سکہ چلتا تھا آج ایسی تنگ و تاریک کوٹھری میں پڑے ہیں کہ کوئی پوچھتا تک نہیں۔ کیا اس سے آپ کو ابھی تک سبق نہیں ملا۔ کہ یہ ساری تباہی اور بربادی کس وجہ سے آپ کے لاحق حال ہو گئی۔ یہ سب خدا کے راستباز اور مامور من اللہ کی مخالفت کی سزا ہے۔ کاش کہ آپ کو اس کا احساس ہوتا۔

غرض بٹالوی نے اس کے جواب میں ایسی باتیں بیان کیں۔ جو اس کی موجودہ ذلت پر اور بھی شاہد ناطق تھیں۔

میں عرفانی صاحب اور بٹالوی کی یہ گفتگو سن کر حیران ہوتا تھا۔ کیونکہ بٹالوی کا طرز بیان اور اس کی ہیئت کذائی پکار پکار کر اس کی حواس باختگی از خود رفتگی دیوانگی خستہ حالی اور خبط الحواسی پر شہادت دے رہی تھی۔ سر کے بکھرے ہوئے بال سردی کے موسم میں ایک لمبا جبہ سفید ململ کا پیچھے جس کے سیاہ رنگ کا دقیانوسی کوٹ گرم آنکھوں پر ایک دھاگے سے بندھی ہوئی کمانی کی عینک نیچے چٹائی کا وہ فرش جو چند دکانوں میں ہی نظر آ سکتا ہے۔ اس پر اس شان سے بٹالوی کا براجمان ہونا۔ چارپائی پر

ایسا کثیف اور ناپاک بستر جس پر اگر سفید کاغذ بھی رکھ دیا جائے۔ تو وہ بھی سیاہ ہو جائے یہ سب دیکھ کر میری زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا تھا۔ کہ ؎

لاحول ولا قوۃ یہ کون بشر ہے
اس زندگی میں جس کی یہ تاریک قبر ہے

اتنے میں لڑکی نے جو ہنڈیا پکا رہی تھی۔ بھرائی ہوئی آواز سے اپنے والد صاحب کو کہا۔

"بابا جی۔ انھیرا ہو گیا اے۔ مینوں آٹا لیا دیو۔ تا کے گھیو تڑکے لئی دال رجھ گئی اے۔ میں تڑکا لا دیاں۔ پھیر آٹا گھن کے روٹی پکانواں لکڑیاں گلیاں ... تے آندیاں ہے۔ میری اکھیاں بھی پھوکاں مار مار کے انھیاں ہو گیاں نے!"

یعنی ابا جان۔ شام ہو چلی ہے۔ اندھیرا ہوا جاتا ہے۔ مجھے اٹھ کر آٹا اور گھی لا دیں۔ تاکہ میں دال جو پک گئی ہے۔ اس کو بھگار لوں۔ پھر آٹا گوندھ کر روٹی پکاؤں۔ آج آپ نے گیلی لکڑی لا دی ہے۔ جس سے آگ کو پھونکتے پھونکتے میری آنکھیں بھی اندھی ہو گئی ہیں۔

لڑکی کا یہ نوحہ سن کر مجھے اس بیچاری معصوم بچی پر بہت رحم آیا۔ اور یہ جان کر کہ مولانا بطالوی کی یہ دختر نیک اختر کیا اور غریب مصیبت بھگت رہی ہے۔ میں نے شیخ صاحب کو اشارہ کیا۔ کہ اٹھو چلیں۔ تاکہ یہ آٹا گھی جا کر لے آوے۔ ورنہ یہ خبط الحواس اسی طرح بے سروپا باتیں کئے جائے گا۔ شیخ صاحب میرے اشارے سے اٹھنے لگے۔ تو مولانا بطالوی نے بجواب دختر خود فرمایا۔

"دو گھڑی ہے۔ دیوا بال لے۔ میں ہنس جا کر تینوں گھیو تے آٹا لیا دیناں۔ توں تڑکا لائیں۔ میں چھیتی چھیتی آٹا گنہہ دیا لگا"

یعنی اے بیٹی۔ چراغ جلاے۔ میں ابھی جاکر آٹا اور گھی لا دیتا ہوں۔ تو نے دال کو بھنگار لگانا۔ اور مَیں جلدی سے تجھ کو آٹا گوندھ دوں گا۔

آہ! کیسا عبرت ناک سین تھا۔ کس قدر افسوسناک یہ منظر تھا۔ کہ وہ مولوی محمد حسین جس کے مصافحہ کیلئے لوگ بڑھ بڑھ کر فخر حاصل کرتے تھے۔ آج اس حالت میں پڑا ہے۔ کہ ایک معصوم بچی کو جو نابالغ ہے۔ روٹی ٹکڑا پکانے کے لئے بٹالہ سے ساتھ لیکر چلتا ہے۔ اور اتنی توفیق نہیں پاتا۔ کہ ایک ملازم ہی روٹی پکانے کو لاہور میں رکھ لے اور خود آٹا گوندھنے کیلئے جبہ اتار پھینکتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت ہے۔

آخر ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بٹالوی بھی ہمارے ساتھ ہی سودا لانے کو چلا۔ ہاتھ میں ایک کولی یعنی چھوٹی سی پیالی المونیم کی گھی کے واسطے اور ایک طباق دتھال آٹے کے واسطے لڑکی سے مانگ کر لے لیا۔ اس کے مکان مذکور کے قریب ہی گلی میں ایک مسلمان دکاندار تھا۔ اس سے سودا لینے لگا۔ میں یہ دیکھنے کو کہ کتنا گھی اور آٹا خریدتا ہے۔ ذرا اس دکان پر ٹھیر گیا۔ بٹالوی نے دکاندار سے کہا۔ کہ چھ پیسے کا آٹا اور تین پیسے کا گھی دیدو۔ اس نے آٹا تھال میں اور گھی پیالی میں ڈال دیا۔ مولوی صاحب نے دکاندار سے کہا۔ کہ ایک گرہ پیاز کی دینا۔ یہ غالباً دال میں بھنگار لگانے کے واسطے رونگا مانگا تھا۔ بٹالوی سودا لیکر اپنی قیام گاہ کی طرف اور ہم اپنے جائے قیام کو چلے گئے۔

یہ میری پہلی ملاقات بٹالوی سے تھی۔ جسکے بعد میں تین دفعہ پھر اس کو ملا۔ ان تین ملاقاتوں کا بھی مختصر حال عرض کرتا ہوں۔ ان میں سے دوسری ملاقات خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا ذکر بعد میں کرونگا۔ پہلے تیسری اور چوتھی ملاقات کا حال سناتا ہوں۔ یہ دونوں ملاقاتیں اتفاقیہ سفر میں ہوئیں۔ ارادۃً نہیں البتہ دوسری ملاقات جس کا ذکر علیحدہ کرونگا۔ خاص طور پر کیگئی تھی۔

تیسری ملاقات اسٹیشن امرتسر پر

میں ہمراہی اپنے چند احباب قادیان کے جبکہ میں دہلی سے۔ قادیان آچکا تھا کسی احمدی جلسہ پر جارہا تھا۔ امرت سر اسٹیشن سے گاڑی تبدیل کرنی تھی۔ جس کا انتظار تھا۔ کہ یکایک مولانا بطال اس ٹرین کے پلیٹ فارم پر جو فیروز پور جانے والی تھی۔ ایک گٹھری بغل میں دبائے ہوئے ٹرین میں اپنے نور نظر عبدالنور لڑکے کو آوازیں دے رہے تھے۔ جو کسی کمرے میں والد بزرگوار کو چھوڑ کر سوار ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب ٹرین کی گاڑی گاڑی میں گٹھری لئے ہوئے زور زور سے اونور۔ اونور۔ اوسور اوسور کہہ کر پکارتے جاتے تھے۔ میں مولوی بطالوی کی اس کیفیت کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ مولوی صاحب کسے ڈھونڈ رہے ہو۔

بطالوی (مجھے نہ پہچانکر) میرا منڈا سور میرے نال آیا سی اوہ پتہ نہیں۔ کدھر نس گیا۔ تسی اوہنوں لبھ دیو۔ اوہدا ناں عبدالنور اے۔ گڈی جان والی ہے میں رہ جاواں گا۔

یعنی میرا لڑکا میرے ساتھ آیا تھا معلوم نہیں۔ کہاں بھاگ گیا۔ آپ اس کو تلاش کردیں۔ اس کا نام عبدالنور ہے۔ گاڑی جانے والی ہے۔ میں رہ نہ جاؤں۔

میں بھی بطالوی کی امداد کیلئے ٹرین کے ایک طرف عبدالنور۔ عبدالنور کہہ کر آوازیں دینے لگا۔ وہ غالباً پہلے ہی اپنے پدر بزرگوار کی آوازیں سن چکا تھا۔ مگر سعادت مندی سے چپ رہا۔ کہ آپ ہی پھر پھرا کر ریل میں سوار ہو جائے گا۔ مجھے ایک اجنبی سمجھ کر اس نے جواب دیا۔ کہ میں بیٹھ گیا ہوں۔ میں نے مولوی صاحب کو آواز دی۔ کہ عبدالنور مل گیا ہے۔ اور یہ گاڑی میں بیٹھا ہے۔ مولوی صاحب کچھ بڑبڑاتے ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے اس کی طرف کو آرہے تھے۔ کہ گاڑی

نے وسل دیا۔ لیکن وہ چلنے کا وسل نہ تھا۔ بٹالوی گھبرایا اور جھٹ سے ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے میں رش بہت تھا۔ کوئی جگہ بیٹھنے کی نہ تھی۔ جو مسافر اس کمرے میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب کی گٹھڑی جو کسی مسافر کے سر پر آپ نے رکھ دی تھی۔ پکڑ کر پرے پھینک دی۔ اور کہا۔ کہ "بابا جا ایتھے تھاں نہیں" یعنی بڈھے میاں جاؤ۔ اس کمرے میں جگہ نہیں۔ میں اسی گاڑی کی کھڑکی کے آگے پلیٹ فارم پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب نے مجھ سے فریاد کی "دیکھو جی ایہہ لوگ مینوں بہن نہیں دیندے" میں گاڑی کے اندر گیا۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ دیکھو یہ تمہارے بزرگ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ ان کو جگہ دے دو۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ "مولوی اے تے ڈیوڈھے درجہ دا ٹکٹ لیندا۔ ایتھے مارکھان آیا اے" یعنی یہ مولوی صاحب ہیں۔ تو ان کو انٹر کلاس کا ٹکٹ لینا چاہیئے تھا۔ یہاں تیسرے درجہ میں بےعزت ہونے آئے ہیں آخر بڑی جد و جہد کے بعد مولوی بٹالوی کو انہوں نے تھوڑی سی جگہ دی۔ اور ان کی گٹھڑی اٹھا کر پاؤں میں رکھ دی۔ اتنے میں گاڑی کے چلنے کی سیٹی ہو گئی۔ میں یہ کہہ کر کہ مولوی صاحب میں آپ کا پرانا مشتاق قاسم علی ہوں۔ یاد رکھنا۔ کہیں پھر کام آؤنگا۔ نیچے اتر آیا۔ اور گاڑی چلدی۔ یہ تیسری ملاقات تھی۔ جو بٹالوی سے مسافرانہ حیثیت میں ہوئی۔

چوتھی ملاقات یکہ خانہ بٹالہ پر

قادیان سے میں اور دیگر چند احمدی احباب کلانور ضلع گورداسپور کے احمدیہ جلسہ سے واپس آ رہے تھے جب بٹالہ کے اڈہ پر جہاں ڈیرہ نانک وغیرہ کے جانیوالے لوگ سوار ہوتے ہیں۔ پہنچے۔ تو آگے دیکھا۔ کہ ع

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے۔

مولوی محمد حسین ایک خالی ٹین کا کنستر ہاتھ میں لٹکائے اور ایک لنگی بغل میں دبائے ہوئے یکہ کے پاس پہنچا۔ میں بھی آگے بڑھا۔ تاکہ مولویصاحب کو معلوم ہو جائے۔ کہ احمدی اس کی ہر نقل و حرکت سے صداقت مسیح موعودؑ اور خدا کی قدرت نمائی کا پتہ لگاتے رہتے ہیں۔ میں نے قریب جاکر پوچھا۔ مولوی صاحب کہاں تشریف لے جا رہے ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ "اک پنڈ چلیاں" ایک دوسرے آدمی نے جو آپ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اور بٹالوی کو جانتا تھا۔ مجھے بتایا۔ کہ مولو جی سوہرے گھر چلے نے" یعنی سسرال کو جا رہے ہیں۔ وہاں سے کنستر میں کوئی گڑ شکر لائیں گے۔ اس وقت بھی مولوی صاحب کا لباس وہی پیٹنٹ سفید چوغہ ململ کا اور نیچے ایک لمبا کرتہ اور بجائے تخنے کٹ پاجامہ اور سر پر میلی سی ایک سفید پگڑی آنکھوں پر موٹے موٹے شیشوں کی عینک چڑھائے ہوئے تھے۔ ململ کا سفید چوغہ تو آپ کا غیر متبدل اوورکوٹ تھا۔ جو سردی گرمی جبہ کا قائمقام زیب تن رہتا تھا۔ یہ چوتھی مرتبہ بٹالوی کو میں نے اس شان میں دیکھا۔ جو اس کی خستگی اور بے کسی پر شاید ناطق تھی۔ جن لوگوں نے اس نامراد و بدانجام کی ابتدائی زندگی نہیں دیکھی۔ جب کہ یہ نیا نیا مولوی بن کر اشاعۃ السنۃ کا ایڈیٹر اور اہلحدیث کا ایڈووکیٹ کہلاتا تھا۔ ان کے لئے تو اس کی یہ آخری حالت شاید کچھ قابل عبرت نہ ہو۔ لیکن جن کی نظروں سے اس کا عروج و اقبال دہلی و لاہور کا گذر چکا ہے۔ وہ اس میں بڑے بڑے نشان پاتے ہیں۔ اور ان کے دل مان جاتے ہیں۔ کہ واقعی یہ شخص کسی عتاب الہی میں گرفتار ہے۔ جس سے مخلصی تاالیست محال ہے۔ یہ اس شخص کی حالت زار ہے۔ جو اپنی اعزازی شان کا اس طرح اظہار کرتا تھا۔ کہ "میں جب کبھی قومی ضرورتوں کیلئے وائسرائے۔ کمانڈر انچیف۔ لفٹنٹ گورنروں اور ان کے سکریٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنر، کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز کے گھر ملنے جاتا

ان کی ملاقات کیلئے گیا ہوں۔ یا درباروں میں شامل ہؤا ہوں۔ تو انہوں نے میری عزت کی اور کرسی دی ہے"۔ (اشاعتہ السنتہ جلد ۲ صفحہ ۹)

آج وہ کرسی نشین اور اہل حدیث کا قومی وکیل سر چارلس ایچیسن لفٹنٹ گورنر پنجاب سے سرٹیفکیٹ یافتہ اندھیری کوٹھڑیوں میں دن گزارتا اور تھرڈ کلاسوں میں گٹھری اٹھائے سفر کرتا اور بٹالہ کے اڈہ خانہ پر جوتیاں چٹخاتا ٹین کا کنستر ہاتھ میں لٹکائے پھرتا ہے۔ اور کوئی پوچھتا تک نہیں۔ کہ یہ کون بلا ہے۔ یکہ والے سے کرایہ ایک سواری کا پوچھتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ تکرار کر کے کرایہ میں تخفیف چاہتا ہے۔ مگر وہ جانتا نہیں۔ آخر یکہ میں گھسٹر بیٹھتا ہے۔ یہ توفیق نہیں۔ کہ سالم یکہ ہی کر کے سسرال میں جا پہنچے۔ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

اب میں دوسری ملاقات کا حال لکھتا ہوں۔ جو بہت سے نشانات کا مجموعہ ہے۔

باب نہم

دوسری ملاقات بٹالوی کے مکان واقعہ بٹالہ پر

یہ ملاقات چونکہ اپنی نوعیت میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لئے اس کو میں نے ایک علیحدہ باب میں درج کرنا مناسب سمجھا۔

میں ۱۹۱۲ء میں جبکہ دہلی رہتا تھا۔ قادیان کے سالانہ جلسہ ماہ دسمبر میں آیا۔ جلسہ سے فارغ ہو کر واپس دہلی جانے لگا۔ تو بٹالہ پہنچکر پتہ لگا۔ کہ ٹرین میں ابھی دو تین گھنٹہ کا وقفہ ہے۔ میرے ساتھ بعض دیگر دوست بھی تھے۔ جن میں سے ایک گجرات کے احمدی تاجر کتب اور انبالہ کے اخویم شیخ عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک

خزانہ کا نام مجھے یاد ہے۔ ہم نے اسٹیشن پر بیٹھے بیٹھے یہ صلاح کی۔ کہ ابھی گاڑی کے آنے میں بہت دیر ہے۔ چلو مولوی محمد حسین بٹالوی سے مل کر لیں۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور ہم ایک ٹانگہ پر چار آدمی سوار ہو کر بٹالوی کے مکان پر پہنچے مکان کے دروازے کے سامنے گلی میں ایک بنچ بچھا ہوا تھا۔ اس پر بیٹھ گئے۔ اور ہم میں سے ایک دوست نے دروازہ پر جا کر مولوی صاحب مولوی صاحب کہہ کے آواز دی۔ مکان کے بالاخانے سے ایک لڑکی نے (غالباً یہی وہ لڑکی تھی۔ جو لاہور میں مولوی صاحب کے ساتھ روٹی پکانے کو گئی تھی) جھانک کر دیکھا۔ فوراً وہ نیچے آئی اور اس نے پوچھا۔ کہ کس کو ملنا ہے؟ ہم نے کہا۔ مولوی صاحب کو۔ لڑکی اتنا سن کر ہی واپس اندر چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر میں آکر کہا۔ کہ "تسی ایتھے بہہ جاؤ۔ مولوی ہوراں بزار گئے نیں۔ ہنیں آجاندے نیں" یعنی تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ مولوی صاحب بازار گئے ہوئے ہیں۔ ابھی آتے ہیں۔ لڑکی نے اپنی والدہ سے پوچھ کر ہمیں وہاں بیٹھنے کو کہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ مولوی صاحب کے اہل خانہ نے یہ سمجھ کر کہ مولوی صاحب کے کوئی معتقد ملنے کو آئے ہیں۔ کچھ نہ کچھ دیکر جائیں گے۔ لڑکی کے ہاتھ ہمیں تسلی بخش جواب بھیجا۔ کہ بیٹھ جاؤ۔

لڑکی سے ہماری گفتگو

ہم نے جب دیکھا۔ کہ مولوی صاحب کے آنے میں کچھ دیر ہے۔ تو لڑکی کو پھر آواز دی۔ لڑکی آئی۔ ہم نے اس کو پیار کیا۔ اور کچھ پیسے اس کو دیئے۔ پھر تو وہ ہمارے پاس کھڑی ہو گئی۔ اور ہم سے باتیں کرنے لگی۔ میں نے لڑکی سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

قاسم۔ مولوی صاحب بازار کیوں گئے ہیں؟

لڑکی۔ گھر دا سودا لین گئے نے۔ یعنی گھر کا سودا لینے گئے ہیں۔

قاسم۔ کیا سودا؟

لڑکی۔ کجھ چاہڑن لئی۔ نالے آٹا۔ تے لکڑیاں۔ یعنی شام کو کھانے پکانے کے واسطے آٹا وغیرہ لینے گئے ہیں۔

قاسم۔ مولوی صاحب اکٹھا سودا گھر میں لاکر نہیں دیا کرتے؟

لڑکی۔ نہیں۔ روز شام تے سویرے دا سودا لیا دیندے نے۔ یعنی ہر روز شام کو رات اور صبح کے کھانے کا سودا لایا کرتے ہیں۔

قاسم۔ کیا مولوی صاحب نے کوئی نوکر نہیں رکھا ہوا۔ جو بازار سے سودا سلف لا دیا کرے؟

لڑکی۔ نہیں بہتی چھڑے منڈے پڑھدے سن۔ اوہ سودا لیا دیندے سن۔ انہاں دے ماپیاں نے آکھ دتا۔ کہ مولوی جی ساڈے منڈیاں نوں سودے لئی بزار نہ گھلیا کرو۔ اوہ پڑھدے نہیں۔ سارا دن بزاری سودا لیا وندے رہندے نیں۔ اودوں توں مولوی ہوری آپے سودا لے آوندے نے۔ منڈے آکھے نہیں لگدے۔ یعنی نوکر تو کوئی نہیں رکھا ہوا۔ البتہ مولوی صاحب کی مسجد میں محلہ کے جو لڑکے ان سے پڑھنے آتے ہیں۔ وہ سودا لا دیا کرتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے ان کے والدین نے منع کر دیا ہے۔ کہ ہمارے لڑکوں کو بازار مت بھیجا کرو۔ وہ سارا دن سودا ہی لاتے رہتے ہیں۔ پڑھتے نہیں۔ تب سے مولوی صاحب خود ہی سودا لانے لگے ہیں۔ لڑکے ان کا کہنا نہیں مانتے۔ اتنے میں اوپر سے لڑکی کو آواز پڑی۔ وہ جلدی سے چلی گئی۔ اور جو پیسے ہم نے اس کو دینے تھے۔ وہ والدہ نگسر کو جا دیئے۔ جس کے بعد لڑکی پھر آئی۔ اور ہم سے کہا۔ کہ توہاڈی لئی چاہ پکا دیئے۔ یہ ان چند سپیوں کا کرشمہ تھا۔ کہ چائے

کی تواضع پوچھی گئی۔ ہم نے پھر اس لڑکی کو چند پیسے اور دیئے۔ اور اس سے باتیں دریافت کیں۔

قاسم:۔ مولوی صاحب دن بھر کیا کام کرتے رہتے ہیں۔

لڑکی:۔ مسیتی نمازاں پڑھاندے نیں۔ پھیر منڈیاں نوں سبق دیندے نیں۔ پھیر گھر آکے روٹی کھاندے نیں۔ پھیر پیشی دی نماز پڑھان مسیتی جاندے نیں۔ پھیر منڈیاں دا سبق سن کے انہانوں چھٹی دیندے نیں۔ پھیر سودا لین بازار جاندے نیں۔ سودا لیا کے دیگر دی نماز پڑھاندے نیں۔ پھیر گھر آجاندے نیں۔ یعنی مسجد میں نمازیں پڑھاتے ہیں۔ لڑکوں کو سبق دیتے ہیں۔ پھر گھر آکر کھانا کھاتے ہیں بعد ازاں ظہر کی نماز پڑھانے مسجد میں جاتے ہیں۔ نماز پڑھا کر لڑکوں کا سبق سن کر ان کو چھٹی دیدیتے ہیں۔ اور آپ آکر سودا بازار سے لاتے ہیں۔ سودا لاکر عصر کی نماز پڑھاتے ہیں۔ پھر گھر آجاتے ہیں۔

قاسم:۔ مسجد میں بڑے بڑے لڑکے پڑھتے ہیں۔ یا چھوٹے بچے۔

لڑکی:۔ بغدادی قاعدہ سیپارہ۔ قرآن پڑھدے نیں۔ نکے نکے منڈے محلہ دے ہین۔ وڈا کوئی منڈا نہیں پڑھدا یعنی چھوٹے چھوٹے لڑکے محلہ کے عربی کا قاعدہ بغدادی اور کوئی سیپارہ کوئی قرآن مجید پڑھتا ہے۔ بڑا لڑکا بڑی کتابیں پڑھنے والا کوئی نہیں۔

قاسم۔ تمہاری دوسری سوتیلی والدہ اور بہنیں کہاں رہتی ہیں۔

لڑکی:۔ اوہ ایس گھر وچ رہندیاں نیں (ایک گھر کی طرف اشارہ کرکے) مولوی ہوری اوتھے نہیں جاندے۔ نہ اوہ مولوی ہوراں نال بولدیاں نیں اوہ بڑیاں گالاں مولوی ہوراں نوں تے سانوں کڈھدیاں نیں۔ یعنی وہ اس سامنے والے گھر میں رہتی ہیں۔ مولوی صاحب وہاں نہیں جاتے۔ نہ وہ

مولوی صاحب سے بولتی ہیں۔ بلکہ وہ ہمیں اور مولوی صاحب کو بہت گالیاں دیتی ہیں۔

ابھی ہم لڑکی سے یہ باتیں کر ہی رہے تھے۔ کہ اچانک لڑکی نے کہا۔ اُدہ مولوی جی آوندے ہیں" یعنی وہ مولوی صاحب آرہے ہیں۔ لڑکی مولوی صاحب کو دیکھتے ہی بھاگ کر اندر چلی گئی۔ اور ہماری شوق کی نظریں مولوی صاحب کی طرف پھر گئیں۔

بطالوی کا سودا لے کر آنا

ہم دیکھتے کیا ہیں۔ کہ ایک دیوانہ سا آدمی دور سے منہ اوپر کو اٹھائے ہوئے عینک چمکاتا۔ جوتی چٹخاتا کچھ ایک بغل میں کچھ دوسرے ہاتھ میں لٹکاتا ہوا لمبا سفید ململ کا جبہ دسمبر کے مہینے میں زیب تن کئے ہوئے چلا آرہے ہیں۔ جب کچھ قریب پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ بغل میں آٹا وغیرہ کی پوٹلی اور ایک ہاتھ میں کچھ شلجم اور دوسرے ہاتھ پر تھوڑی سی لکڑیاں لئے ہانپتا آرہا ہے۔ نزدیک پہنچکر دروازہ پر ہمیں بیٹھے دیکھکر کچھ جھجک گیا۔ میں نے اس کی حیرت کو دور کرنے کے لئے جھٹ سے کہہ دیا۔ مولوی صاحب۔ ہم تو بڑی دیر سے آپ کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ سنتے ہی بطالوی نے محسوس کر لیا۔ کہ یہ کوئی مرزائی ہیں۔ جو قادیان سے آئے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی سلام علیک نہیں کہا۔ غرض وہ کچھ کھسیانہ سا ہو گیا۔ اور ہمیں جواب دینے کی بجائے بالفاظ ذیل لڑکی کو پکارنے لگا۔

او کوڑ بیٹے۔ او کوڑ بیٹے چھیتی آ۔ سودا لیجا۔ یعنے او لڑکی او لڑکی جلدی سے آکر سودا پکڑ لے۔

لڑکی بیچاری جھٹ نیچے ڈیوڑھی میں آگئی۔ اور اباجان کے ہاتھ سے لکڑیاں لے کر سر پر رکھ لیں۔ اور تسلیم ہاتھ میں لے لیئے۔ آٹے کی پوٹلی مولوی صاحب کے پاس رہی۔ اس بار گراں سے مولوی صاحب نے ہلکے ہو کر ہم سے پوچھا۔ کہ تم کدھر سے آئے ہو۔ ہم نے کہا۔ کہ قادیان سے۔ یہ سن کر غریب بٹالوی کے سانس خشک سے ہو گئے۔ اور ہمیں اتنا فرمایا۔ کہ چلو مسجد میں چل کر بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اور آپ وہ آرد کی پوٹلی لے کر گھر میں داخل ہو گئے۔ ہم مسجد کی طرف جو اُن کے مکان کے قریب ہی تھی۔ چل پڑے۔

بٹالوی کی مسجد کا نظارہ

ایک چھوٹی سی مسجد بٹالوی کے مکان سے قریب ہی جانب مشرق واقع ہے۔ جو بٹالوی کی زیر سرپرستی و تولیت ہے۔ ہم اس مسجد میں براہ نمائی بٹالوی پہنچے۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ ہم نے وہاں نماز ادا کرنی چاہی۔ وضو کے واسطے لوٹا تلاش کیا نہ ملا۔ مسجد میں ہی ایک چھوٹی سی کنوئیں تھی۔ اس پر ایک بوکی چرمی پڑی تھی۔ اس سے پانی نکالنا چاہا۔ جب بوکی کو کنوئیں میں ڈال کر کھینچا۔ تو اوپر آنے تک تمام پانی اس میں سے ختم ہو گیا۔ کیونکہ وہ اس قدر پھٹی ہوئی تھی۔ کہ ایک گھونٹ پانی بھی اس میں نہ آسکتا تھا۔ مسجد میں کوئی موجود نہ تھا۔ جس سے کوئی اور برتن پانی نکالنے یا وضو کرنے کیلئے مانگ لیتے۔ لاچار اس بوکی کے سوراخوں کو ہی دھاگہ اور کپڑے کی دھجی سے باندھ کر پانی نکالنے کی کوشش کی۔ اور ایک ٹوٹی ہوئی ٹونٹی والا بدھنا مسجد کی اندر والی محراب سے مل گیا۔ جس کو تین چار بوکیوں سے بمشکل بھرا۔ اور استنجا کرنے کیلئے میں غسل خانہ میں گیا۔ غسل خانہ یا پاخانہ۔ الاماں۔ خدا کی پناہ۔ وہ مسجد کا غسل خانہ

نہ تھا۔ بلکہ محلہ کے ان تمام لڑکوں کا جو مسجد میں پڑھتے تھے۔ سنڈاس تھا جس کو سالانہ یا موسم وار شاید صاف کرانے کا کبھی خیال کیا جاتا ہو۔ اوس غسل خانہ میں ایک قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ کہ جہاں بیٹھ کر استنجاء کر لیا جاتا۔ مہینوں کی غلاظت سے وہ اٹا پڑا تھا۔ خدا جانے کتنے ماہ سے وہ غسل خانہ بیت الخلاء کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور پھر وہاں کسی خاکروب کے بلانے یا اس کو صاف کرانے کا خیال بھی نہ کیا۔ اور ایسا خیال کیا ہی کیوں جاتا۔ جبکہ وہ اڈیٹر اہلحدیث کی مسجد کا غسل خانہ تھا۔ مجبوراً میں نے باہر گلی کی نالی میں بیٹھ کر استنجاء کیا۔ اور ہم سب نے وضو کر کے مسجد میں عصر کی نماز ادا کی۔

مسجد کا فرش

مسجد کا فرش چٹائی غالباً مولوی بٹالوی کی پیدائش کیوقت ہی اس مولود مسعود کی ولادت کی خوشی میں بچھایا گیا تھا۔ کیونکہ اس پر نماز پڑھنے کیلئے یا تو دو فٹ پیچھے کھڑے ہو کر نماز ہو سکتی تھی۔ جب کہیں پیشانی سجدے میں چٹائی کے اوپر آتی تھی۔ یا پھر چٹائی پر کھڑے ہو جاؤ۔ تو پیشانی بوقت سجدہ چٹائی سے دو فٹ آگے اینٹوں پر جا ٹکتی تھی۔ اسی وجہ سے شاید مولوی بٹالوی کے جبین پر اینٹوں کی رگڑ سے خاصہ دنبل نما گٹہ پڑ گیا تھا۔ ہم نماز سے فارغ ہو گئے۔ کہ اتنے میں بٹالوی صاحب تشریف لے آئے۔ اور ہمارے پاس صحن مسجد میں ایک ٹکڑا چٹائی کا کھینچ کر اس پر بیٹھ گئے۔ اور باتیں شروع ہوئیں۔

بٹالوی سے ہمارا مکالمہ

مجھے دہلی سے آیا ہوا جان کر آپ نے اردو میں گفتگو کرنی چاہی۔ جو پنجابی

اردو ملی ہوئی تھی۔ اور اس کے ساتھ مسٹر لبطالوی کی وہ ہیئت کذائی کہ ململ کا چغہ دسمبر میں پہنے ہوئے آنکھوں پر سکھا شاہی عینک چڑھائے ہوئے۔ حواس میں باختگی۔ دماغ میں زنگی لباس میں خستگی نمایاں طور پر لبطالوی کی بدانجامی کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ آخر سلسلہ کلام میں نے اس طرح شروع کیا۔

قاسم۔ مولوی صاحب! یہ مسجد آپ کی ہے۔

لبطالوی۔ آہو جی۔ ہماری مسجد ہے۔

قاسم۔ اس میں کوئی موذن وغیرہ نہیں ہے۔

لبطالوی۔ ایک اندھا حافظ رہتا ہے۔ جو رات کو یہاں سو جاتا ہے دن بھر کہیں کوئی کام کرتا ہے۔

قاسم۔ مولوی صاحب! آپ تو اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ آپ کی مسجد تو خوب آباد ہونی چاہیئے تھی۔ یہاں تو اُلّو بول رہا ہے۔ نہ وضو کے واسطے پانی۔ نہ پانی کے واسطے کوزہ۔ نہ کوزے کے واسطے ڈول یا بوکہ۔ نہ بوکہ کے واسطے رسی۔ نہ مسجد میں کوئی سالم اور صاف چٹائی۔ نہ اس میں کوئی جھاڑو دینے والا۔ صفائی کرنے والا۔ یہ ساری تباہی آپ کی مسجد پر ہی کیوں آئی۔

لبطالوی۔ یہاں بچے پڑھتے ہیں۔ وہ سارا دن مسجد میں کوڑا کرکٹ جمع کر دیتے ہیں۔ کوئی گنا چوستا ہے۔ تو چھلکے یہاں پھینک دیتا ہے۔ اندھا حافظ روٹی کھا کر ہڈیاں یہاں ڈال دیتا ہے۔ اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ کمبخت کبھی جھاڑو بھی نہیں دیتا مجھے کہیں باہر جانا پڑتا ہے۔ اور کبھی یہاں رہتا ہوں۔ اس لئے میں کوئی انتظام نہیں کر سکا۔ اب ارادہ ہے۔ کہ یہاں کوئی آنکھوں والا موذن بلاؤں جو مسجد کو صاف رکھا کرے۔

قاسم ۔ مولویصاحب! وہ حافظ تو اندھا ہی سہی ۔ لڑکے بھی بچے ہیں وہ یہاں گند ڈال دیتے ہیں ۔ مگر آپ تو چار آنکھیں رکھتے ہیں ۔ دو اصلی دو نقلی ۔ اور مسجد میں لڑکوں کو پڑھانے آتے ہیں ۔ نمازیں پڑھاتے ہیں ۔ آپ کو بھی یہ مسجد کی تباہ حالت اور ویرانگی نظر نہیں آتی ۔ کیا چٹائی کا فرش بھی حافظ اندھے نے ہی بچھوانا تھا ۔ اور لوٹا اور بوکہ بھی حافظ نے ہی لانا تھا یا آپ نے ؟

بٹالوی ۔ لاجواب ہو کر! چھوڑو ۔ چھوڑو ان باتوں سے آپ کو کیا مطلب ہے ۔ ہماری مسجد ہے ۔ ہم جانیں ۔ کوئی اور بات کرو ۔ جس کے واسطے آئے ہو ۔

قاسم ۔ ہم کس طرح ان باتوں کو چھوڑ دیں ۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپ کی ضلالت کے گواہ ہیں ۔ آپ کی ہر ایک بات میں خدا کی ناراضگی کے آثار ظاہر ہیں ۔ آپ کے لباس میں ۔ آپ کے گھر میں ۔ آپ کی گفتگو میں ۔ آپ کے کردار میں ۔ آپ کی رفتار میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے صدہا نشان چشم بینا رکھنے والوں کو نظر آتے ہیں ۔ ہم اس لئے ہی تو ایک ٹرین کو مس کر کے آپ کے پاس بیٹھے ہیں ۔ تاکہ اپنی آنکھوں سے یہ نشان دیکھ لیں ۔ اور اپنے کانوں سے آپ کی زبان سے تصدیقی بیان سن لیں ۔ کہ ہاں واقعی حضرت مرزا صاحبؑ نے جو فرمایا تھا ۔ کہ ؎

خانہ ات ویران تو در فکر دگر

بالکل سچ ثابت ہو رہا ہے ۔ آپ صبر کیجئے ۔ میں نے تو ابھی بہت سی باتیں آپ سے پوچھنی ہیں ۔ ہنوز مسجد کے قصہ سے ہی گھبرا گئے ہو ۔ ابھی تو مسجد کا غسل خانہ آپ کو دکھانا ہے ۔ اٹھئے ذرا غسل خانہ تک قدم رنجہ فرما کر

ہمارے خیال کی تصدیق کیجئے۔

بٹالوی۔ کیسا غسل خانہ؟

قاسم۔ آپ کی مسجد کا غسل خانہ

بٹالوی۔ اس میں کیا ہے؟

قاسم۔ اس میں آپ کی فرحت کا سامان ہے۔ جو خاص اسی مسجد کے غسل خانہ کیلئے مخصوص آپ کی پاکیزگی کا نشان ہے۔

بٹالوی۔ کیا سامان ہے؟

قاسم۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ ذرا آپ چلئے تو سہی۔ خود نظر آجائے گا۔ بٹالوی یہ خیال کر کے کہ خدا جانے اس میں میری راحت و فرحت کا کیا سامان رکھا ہے۔ اٹھ کر چلنے لگا۔ کہ اتنے میں دو آدمی جو بازار کے دکاندار تھے۔ مسجد میں آئے وہ مولوی صاحب کو سلام علیکم کر کے یوں گویا ہوئے۔

دکانداروں کا تقاضۂ نماز

دکاندار۔ مولوی جی۔ چھیتی اٹھو۔ نماز پڑھا دیو۔ دکان سُنی چھڈ کے آئے آں۔ یعنی جلدی اٹھ کر ہمیں نماز پڑھا دو۔ ہم دکان کو خالی چھوڑ کر آئے ہیں۔ وہاں کوئی موجود نہیں۔

بٹالوی۔ اچھا اچھا۔ تسیں وضو تے کرو۔ یعنی اچھا نماز پڑھاتا ہوں تم وضو کرو۔

دکاندار۔ ایتھے کدی کسے نے وضو کیتا اے۔ نہ پانی نہ لوٹا۔ نہ لوکہ اسیں دکان تے ای کر آئے آں۔ یعنی ہم نے یہاں کبھی وضو

کیا ہے۔ جہاں نہ پانی ہے نہ لوٹا نہ ڈول۔ ہم دکان سے ہی وضو کر آئے ہیں
بٹالوی۔ لوٹا۔ بوکہ تساں ہی دینا اے۔ میں کوئی گھروں تے نہیں لیا دنا۔ یعنی
یہ سب کچھ تم لوگوں نے ہی دینا ہے۔ میں نے گھر سے لاکر تو دینا نہیں۔
دوکاندار۔ بھاجی بھا۔ اسیں لیا دیاں گے۔ ہن تے تسی چھیتی اٹھ کے نماز
پڑھا دیو۔ یعنی بہت اچھا۔ ہم ہی لوٹا بوکہ وغیرہ لا دیں گے۔ اب تو آپ جلدی ہی
اٹھکر ہمیں نماز پڑھا دیں۔

معلوم ہوتا تھا۔ کہ مولوی صاحب اپنی نماز کے عادی نہیں۔ بلکہ آئے گئے کو
نماز پڑھا دیتے ہیں۔ اس لئے ان دکانداروں کو یہ جرأت ہوئی۔ کہ وہ جناب ایڈوکیٹ
اہل حدیث صاحب کو حکم دیتے ہیں۔ کہ اٹھ کر جلدی ہمیں نماز پڑھا دو۔ بھلا کوئی مقتدی
ایسے امام کو جس کی وقعت جس کا احترام اور وقار اور جس کی بزرگی اس کے دل میں ہو
اس طرح کہہ سکتا ہے۔ کہ اٹھو جی جلدی سے ہمیں نماز پڑھا دو۔ ہماری دکان خالی پڑی
ہے۔ یہ تو وہی مقتدی کہہ سکتے ہیں جنہوں نے نماز پڑھانے کے لئے کسی کو اجیر
رکھا ہوا ہو۔ یہ تھی بٹالوی کی دینی اور علمی فضیلت کی قدر اس کے اہل محلہ اور اہل
شہر کی نظر میں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آخر با دل ناخواستہ باکراہ وجبر بٹالوی نے ان دونوں کو نماز عصر پڑھا کر رخصت
کیا۔ اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔

بٹالوی۔ بتاؤ مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟

قاسم۔ ابھی بتاتے ہیں۔ مگر پہلے ہم آپ کو غسل خانہ دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی
گفتگو چلے گی

بٹالوی۔ تمیں بتاؤ۔ کہ غسل خانہ میں کیا ہے؟

قاسم۔ مولوی جی! وہ ہمارے بتانے کی چیز نہیں۔ آپ کے دکھانے کی شے ہے

بٹالوی۔ اٹھ کر غسل خانہ کی طرف چل پڑا میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ غسل خانہ کے اندر جا پہنچا۔ تو باہر سے میں نے کہا۔ کہ مولوی صاحب! ملاحظہ فرمایا۔ یہ وہ سامان ہے۔ جو محض آپ کی دید سے تعلق رکھتا تھا۔ بھلا ہم اس کا کیا بیان آپ کو بتا سکتے تھے۔

بٹالوی غسل خانہ میں گوہ (پاخانہ) کی گوناگوں تر و خشک ڈھیریاں دیکھ کر اسقدر نادم اور شرمندہ ہوا۔ کہ آنکھیں نیچی کر کے کہنے لگا۔ "استغفراللہ استغفراللہ۔ ایس اتھے سور نے ایہ گند پایا ہے۔ رات نوں اٹھ کے ایتھے ای ہگدا رہیا ہے۔ گلی دے چوہڑے نوں آکھ کے وی صاف نہیں کرایا" یعنی اس اندھے حافظ نے جو رات کو یہاں رہتا ہے۔ یہ غلاظت پھیلائی ہے۔ رات کو اٹھ اٹھ کر یہاں ہی پاخانہ کرتا رہا ہے۔ اتنا بھی نہیں کیا کہ گلی کے چوہڑے سے ہی اٹھوا دیتا۔

قاسم۔ مولوی صاحب کیا اہلحدیث کی مسجدیں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ یا یہ صرف آنجناب کی مسجد پر ہی نحوست و لعنت برس رہی ہے؟

بٹالوی۔ مرزائی بڑے گستاخ ہوتے ہیں۔ میں مرزا کو تو مسیح موعود ماننے کا نہیں رہا ہے۔ اس سے بھی بری حالت کیوں نہ ہو جائے۔

قاسم۔ مولوی صاحب کی یہ گفتگو غسل خانہ کی غلاظت کو دیکھکر ان کی بدحواسی مدہوشی پر شاہد ناطق تھی۔ بھلا مرزا صاحب علیہ السلام کو مسیح موعود نہ ماننے کا اظہار غسل خانہ کے متعلق کیا ڈیفنس تھا۔ مگر اصل بات یہ تھی۔ کہ بٹالوی بالکل اس عمر میں فاتر العقل ہو گیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ مجھے کس موقع پر کیا بات کہنی چاہیئے۔ انٹ شنٹ۔ اناپ شناپ جو منہ میں آیا۔ کہہ دیا۔ جس سے دوسرے شخص کو یہ پتہ لگ جاتا تھا۔ کہ اس کے ہوش و حواس پراگندہ

ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب۔ مرزا صاحبؑ کو مسیح موعود ماننے والے تو لاکھوں ہو گئے ہیں۔ اگر آپ نے نہ مانا۔ تو آپ سے بڑھ کر علم و فضل والے اصحاب ذی اثر باعزت مان چکے ہیں۔ ایک آپ نے نہ مانا۔ تو اس سے مرزا صاحبؑ کا کچھ نقصان نہیں۔ آپ کی بدقسمتی ہے۔ البتہ آپ کی موجودہ حالت سے لوگوں کو پورا یقین ہو گیا۔ کہ آپ کے اوپر خدا کا غضب چاروں طرف سے نازل ہو رہا ہے۔ اور غضب پر غضب یہ ہے۔ کہ آپ کو اپنے حال پر عبرت بھی نہیں ہوتی۔ اور آپ جہل مرکب میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ آپ کی حالت اس مشہور شعر کی مصداق ہے۔ ؎

نہ سر کی خبر نہ ہوش پا ہے
کیا جانئے تم کو کیا ہوا ہے

بٹالوی۔ اچھا۔ بس اب جاؤ۔ تمہاری گاڑی آنے والی ہوگی۔ پھر گاڑی سے نہ رہ جانا۔

قاسم۔ مولویصاحب۔ ایک گاڑی تو ہم نے آپ کی خاطر مس کر دی ہے۔ انشاءاللہ دوسری گاڑی پر ہم سوار ہو جائیں گے۔ ہمیں براہین احمدیہ پر جو ریویو آپ نے لکھا تھا۔ اس کی ضرورت ہے۔ ایک جلد مکمل دے دیجئے۔

بٹالوی۔ اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ہے۔ لاؤ میں وہ جلد تم کو نکال دوں۔

قاسم۔ چلئے وہ جلد ہمیں دے دیجئے۔ ہم عمر دیدیں گے۔

یہ سن کر مولوی صاحب بڑی خوشی سے اٹھے۔ کہ عمر تو مل جائے گا۔ اور ہم سب کو لے کر مسجد سے اپنے مکان کی طرف چلے۔ اور مکان کی اندھیری دیوڑھی میں جا کر بولے۔ کہ تم یہاں دروازہ پر کھڑے رہو۔ میں وہ ریویو نکال کر لاتا ہوں۔

قاسم۔ ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ شاید کوئی اور جلد اشاعۃ السنۃ کی بھی ہم خرید لیں گے۔ ہمیں آپ سب جلدیں دکھادیں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کی خوشی بڑھ گئی۔ کہ کچھ پیسے آج مل جائیں گے۔ اور بولے۔

بٹالوی۔ اچھا میرے ساتھ اوپر چلے چلو۔ وہاں زنانہ نہیں ہے۔ میرے کام کرنے کا کمرہ ہے۔ ہمیں مولوی صاحب کے کام کرنے کے کمرے کو دیکھنے کا بہت ہی شوق بڑھ گیا۔ کہ دیکھیں مولوی صاحب اپنی حرم سرائے میں کس شان کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھ کر شیطانی ڈیوٹی یصدون عن سبیل اللہ کی ادا کرتے ہیں۔ ہم مولوی صاحب کے پیچھے پیچھے اوپر چڑھ گئے۔

بٹالوی کی خاص تخلیہ کی نشست گاہ

اوپر جا کر دیکھا۔ کہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تقریباً ۸×۸ فٹ کی دوسری منزل پر ہے۔ جس کا دروازہ کھول کر مولوی صاحب داخل ہوئے۔ ہم بھی ساتھ ہی اندر گئے۔ اس کوٹھڑی میں ایک تخت لکڑی کا پرانے فیشن کا بچھا ہوا تھا۔ اس کے ایک طرف ایک چارپائی پڑی تھی جس پر ایک نہایت ذلیل گندی اور میلی توشک ڈال رکھی تھی۔ اور سرہانے جو تکیہ تھا۔ وہ تیل پی پی کر خاصہ آئیل کلاتھ بن چکا تھا۔ جس پر کوئی دوسرا غلاف سفید نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جناب کام کرتے کرتے ماندہ ہو کر اسی گدگدی توشک اور سرو سرہانہ پر سر رکھ کر استراحت فرماتے ہوں گے۔ اور تخت پر بیٹھ کر آپ مضامین نویسی کرتے تھے۔ مگر اس کی حالت سے میرا اندازہ ہوتا تھا۔ کہ شاید مہینوں بلکہ سالوں سے اس آرام گاہ میں تشریف لانے کا جناب کو موقع نہیں ملا۔ کیونکہ اس پر گرد اس قدر جمی ہوئی تھی۔ کہ جہاں انگلی رکھو۔ وہاں ہی انگلی کا نشان گرد میں ہو جاتا تھا۔ اس کوٹھڑی

کے ایک طرف لکڑی کی ایک مچان بنی ہوئی تھی۔ جس پر اشاعۃ السنۃ کے گٹھے نہایت بیہودگی سے باندھ باندھ کر رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے مولوی صاحب سے کہا۔ کہ وہ جلد ریویو والی نکال لیں۔

بٹالوی کی ریش مبارک کا خاک آلود ہونا

مولوی صاحب نے تخت پر چڑھ کر مچان سے ایک گٹھہ کو نیچے اتارنا چاہا۔ اور اس کو ہاتھ سے اپنی طرف کھسکایا۔ تو دو تین دوسرے گٹھے دھڑام سے مولوی صاحب کے سر اور منہ پر آگرے۔ چونکہ وہ سالوں سے محفوظ گرد میں مستغرق ہو رہے تھے۔ تمام گرد مولوی صاحب کے سر اور منہ پر جھڑ گیا۔ جس سے اسوقت مولوی بٹالوی نہایت ہی پریشان حال ہوا۔ کیونکہ کچھ منہ کے اندر اور کچھ آنکھوں میں اور باقی داڑھی پر گرد کا پورا لیپ ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کبھی تھوہ تھوہ کرتے گلے سے گرد نکالتے۔ اور کبھی ململ کے چغہ کے دامن سے داڑھی اور منہ کا گرد صاف کرتے اور کبھی کھسیانہ ہو کر ہمیں بھی کچھ سخت سست کہے جاتے تھے۔ مگر عمر کی یافت بلکہ مزید کی امید اُن کی اس ساری کوفت کو بھلا رہی تھی۔ آخر اس ساری کاوش کے بعد آپ نے گرد جھاڑ کر ایک گٹھہ میں سے ریویو براہین کے کچھ پرچے نکالے۔ جو مکمل نہ تھے۔ ہم نے کہا۔ کہ باقی کے پرچے بھی نکال دیجئے۔ تاکہ یہ مکمل ہو جائے۔ تو مولوی صاحب ڈر کے مارے اب جرأت نہ کرتے تھے۔ کہ کسی دوسرے گٹھہ کو کھسکا کر اتاریں لیکن عمر کی امید اسی صورت میں تھی جبکہ ریویو کے مکمل پرچے مل جائیں۔ اس وقت مولوی صاحب بہت مشکلات میں پھنس گئے۔ کہ اگر مکمل پرچے نہ دیں۔ تو عمر نہیں ملتے۔ اور مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ تو سر اور داڑھی کی خیر نہیں

لاچار ہو کر مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اشاعت السنتہ کی یہ جلد بستم لے لو۔ اس میں میں نے مرزا کے متعلق بڑے زبردست مضامین لکھے ہیں۔ اس کی قیمت دو روپیہ ہے۔

قاسم۔ مولوی صاحب! یہ بھی ہم لے لیں گے۔ پہلے آپ ریویو تو دیدیجئے۔

بٹالوی۔ ریویو کے باقی پرچے تلاش کرنے سے ملیں گے۔ یہ سارے گٹھے اتارنے پڑیں گے۔ اس سے دیر ہو جائیگی۔ اور آپ لوگوں نے ریل پر سوار ہونا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ریل سے رہ جاؤ۔ لہذا تم یہ پرچے نامکمل لے جاؤ۔ اور باقی کے پرچے میں نکال کر دہلی تم کو بھیج دونگا۔ یہ سب ہماری خیر خواہی درا صل گرد آلودگی کے خوف سے تھی۔ کہ کہیں پھر کوئی گٹھہ نہ سر پر آپڑے۔

قاسم۔ بہت اچھا۔ لائیے۔ یہ پرچے میں لیجاتا ہوں۔ اور جلد ۲۰ بھی دیدیجے

بٹالوی نے پرچے دیدئیے۔ اور کہا۔ کہ ۱۲ ریویو اور ۲ دو روپیہ جلد بستم کے دیدو۔ بقیہ ریویو کے پرچے میں بھیج دوں گا۔

قاسم۔ میں نے پرچے اور جلد بستم تو اپنے قبضہ میں کرلی۔ اور کہا۔ کہ مولوی صاحب جس کو اب آپ بقیہ پرچے ریویو کے تلاش کرلیں۔ ان کو تین روپے آٹھ آنہ کا وی پی کر کے میرے نام بھیجدینا۔ میں وصول کرلوں گا۔

بٹالوی۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہیں کرتا۔ تم مجھے پیسے دیدو۔ اور میرا اعتبار کرو۔ میں ریویو کے پرچے بھیج دوں گا۔

قاسم۔ نہیں۔ نہیں۔ مولوی صاحب! آپ ہمارا اعتبار کریں۔ ہم آپ کو ضرور پیسے بذریعہ مرسلہ وی پی ادا کردیں گے۔

بٹالوی نے بہت اصرار کیا۔ کہ کسی طرح یا تو یہ پرچے واپس دیدیں۔ یا کم از کم دو روپیہ جلد بستم کی قیمت مل جائے۔ گر پرچے ہمارے قبضہ میں سے

وہ واپس ہونے مشکل نظر آتے تھے۔ حتیٰ کہ بٹالوی نے ہمارے ہاتھ سے وہ پرچے چھیننے کی کوشش بھی کی۔ مگر میں نے وہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو پکڑا دیئے۔ اور بٹالوی چھین نہ سکا۔

قاسم۔ مولوی صاحب! آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ آپ کی امانت ہمارے پاس ہی اگر آپ نے بقیہ پرچے ریویو کے بھیج دئیے۔ تو میں ان کی قیمت آپ کو دیدونگا ڈالا میں ان پرچوں کو دیکھ کر اگر پسند آئے۔ تو رکھ لوں گا۔ ورنہ واپس کردونگا

بٹالوی۔ اچھا ریویو کا ٹمبر دیدو۔ جلد ستم کو بعد پسندیدگی رکھ کر قیمت بھیج دینا۔ اس سے مولوی صاحب کی صرف ٹکے لینا غرض تھی۔ کہ اتنی زحمت و مصیبت بھی اٹھائی۔ اور ہاتھ ایک پائی نہ آئی۔

قاسم۔ بہت اچھا مولوی صاحب آٹھ آنے مجھے دید یجئے۔ میں آپ کو دو روپیہ دے دوں۔

بٹالوی نے خوش ہو کر جھٹ گھر میں جا کر آٹھ آنے لا کر دئیے۔ اور کہا۔ کہ لاؤ دو روپیہ۔

قاسم۔ مولوی صاحب ہم نے چار آنے یہاں تک تانگہ والے کو دئے ہیں اور اب چار آنے جاتی دفعہ دیں گے۔ لہذا یہ آٹھ آنے تانگہ کا کرایہ آپ کی طرف سے ہمیں آگیا۔ دو روپے میں بھیج دونگا دہلی جاکر۔

ناظرین! یہ باتیں ہم خبطی سے مذاقیہ کرتے رہے۔ اور اس کی ہر حرکت و سکون سراسیمگی و گفتگو سے ہمیں عجیب لطف آرہا تھا۔ وہ کبھی جھاگ منہ پر لاتا۔ اور کبھی جھنجلا کر دیوانہ وار ہمیں بُرا بھلا کہنے لگتا۔ غرض عجیب تماشہ ہمارے ہاتھ آگیا تھا اس کی ایسی حماقت کے لئے ہم نے پورے چار گھنٹے کے قریب اس کو کھپایا بھڑکایا کبھی ہنسایا۔ کبھی بہلایا۔ اور اس کے سارے ہی کرتب اور مجنونانہ بکواس

دیکھتے سنتے رہے۔ وہ بار بار کہتا۔ کہ جاؤ جاؤ گاڑی نہیں ملے گی۔ ہم جواباً کہہ دیتے۔ لاؤ لاؤ۔ ریڈیو کی کمل جلد لاؤ۔ اب اس کو آٹھ آنے کا مزید فکر ہو گیا۔ کہ بجائے قیمت ریڈیو لینے کے گھر سے الٹے آٹھ آنے دینے پڑے۔ جب وہ بہت کھپ گیا۔ تو میں نے متانت سے کہا۔

مولوی صاحب! دیکھئے ہم آپ کے مکان پر آئے ہیں۔ اتنی دور سے آئے ہیں۔ آپ تو عامل بالحدیث ہیں۔ آپ کے اخلاق تو نہایت ہی وسیع ہونے چاہئیں آپ ہمیں بار بار کہتے ہیں۔ کہ جاؤ جاؤ آپ کو تو مناسب ہی ہمارے واسطے کھانا تیار کرائیں۔ کیونکہ رات ہو گئی ہے۔ ہم نے سٹیشن پر جانا ہے۔ مہمان نوازی کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ آپ ہمیں بغیر کھانا کھلائے نہ جانے دیں۔

بٹالوی۔ میں مرزائیوں کو ہرگز کھانا نہیں کھلاتا۔ جاؤ میرے مکان سے نکل جاؤ۔ ورنہ میں پولیس کو اطلاع دوں گا۔ کہ یہ مجھے مارنے اور میرے مکان پر حملہ کرنے آئے ہیں۔

قاسم۔ واہ مولوی صاحب! یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم بغیر کھانا کھائے آپ کے مکان سے جائیں۔ ہم نے آپ کے دو لڑکوں کو لکھنؤ میں بہت کچھ کھلایا۔ ان کو اپنے پاس رکھا۔ ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ ابھی تک ان کا مقدمہ لکھنؤ میں چل رہا ہے۔ آپ اس کے معاوضہ میں ہی ہمیں کھلا کر جانے دیں۔

بٹالوی۔ توبہ۔ توبہ۔ استغفر اللہ۔ یہ کیسے نامعقول لوگ ہیں۔ زبردستی کھانا مانگتے ہیں۔ میں تو تمہیں ہرگز کھانا نہ دوں گا۔ اور ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔

قاسم۔ مولوی صاحب! پولیس آپ کی طرح پاگل نہیں ہے۔ کہ وہ آپ کی درخواست پر فوراً چلی آئے۔ اس کو ہم یہ نہیں کہہ دیں گے۔ کہ مولوی

صاحب ہمیں مسجد میں سے اٹھا کر اپنے بالاخانہ پر لے چڑھے۔ اور ہمیں یہاں
بند کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کو فوراً گرفتار کر کے لے جائیں گے۔ اور کوئی
ضمانت بھی آپ کی نہ دیگا۔

بٹالوی۔ میں انجمن احمدیہ لکھنؤ کا بہت شکرگذار ہوں۔ بے شک انہوں نے
میرے بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ آپ ایک خط انجمن احمدیہ
لکھنؤ کو لکھ دیں۔ کہ وہ مقدمہ کی پیروی نہ دہی سے کر کے اس مستری
کو سزا دلائیں جس نے میرے لڑکے کو خراب کیا ہے۔

دیکھئے ناظرین۔ کیا یہ کسی صحیح الحواس سلیم العقل آدمی کی باتیں ہیں یا فاتر العقل
اور بدحواس کی۔ کہ ابھی تھوڑی سی دیر میں کیا کہنے لگ گیا۔

قاسم۔ اچھا۔ مولویصاحب آپ یہ آٹھ آنے لے لیجئے۔ اور ہمیں کھانا پکوا
کر کھلا دیجئے۔

بٹالوی۔ میں تو مرزائیوں کو کھانا کھلانا گناہ سمجھتا ہوں۔ ہرگز کھانا نہیں کھلاؤنگا
میں تو مرزائیوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

قاسم مولوی صاحب آپ لکھ دیں۔ کہ میں مرزائیوں کو کافر کہتا ہوں۔ تو آٹھ
آنے آپ کو واپس دے دونگا۔

بٹالوی۔ تم مجھے قید کرانا چاہتے ہو۔ کہ اگر میں لکھ کر دے دوں۔ کہ یہ کافر ہیں۔
تو تم میرے پر دعوےٰ کر دو۔ کہ اس نے اس معاہدہ کے خلاف کیا ہے
جو عدالت گورداسپور میں لکھ کر دیا تھا۔ کہ میں آئندہ کسی مرید مرزا صاحب
کو کافر نہ کہوں گا۔ اس لئے میں لکھ کر نہیں دیتا۔ میرا اعتقاد یہی ہے۔

قاسم۔ کیا کافروں کے گھر کا کھانا آپ کو جائز ہے؟ جبکہ لکھنؤ میں ہمارا ملک تمہارے
لڑکے کھاتے رہے۔

بٹالوی۔ وہ لڑکے ہیں۔ ان کا ہرج نہیں۔ میں نہیں کھانا کھلاتا۔ جاؤ آٹھ آنے بھی لے جاؤ۔ مگر میرا پنڈ چھوڑو۔ یہ کہہ کر مولوی صاحب ہمیں اوپر ہی چھوڑ نیچے اتر گئے۔ اور گھر میں جا گھسے۔ پھر تو مجبوراً ہمیں بھی ان کا گھر چھوڑنا پڑا۔ اور اور ہم سب اتر کر ان کے دروازہ کے آگے گلی میں کھڑے ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کو آوازیں دینے لگے۔ مولوی صاحب تو اترے نہیں۔ اپنی لڑکی کو بھیج دیا۔ کہ ان سے کہہ دو۔ مولوی جی کام کر رہے ہیں۔ وہ اب نہیں آسکتے۔ تم لوگ جاؤ۔ اس طرح ہم مولوی صاحب سے رخصت ہو کر اسٹیشن کی طرف چلے۔ اور وہ موازی آٹھ آنے جو مولوی صاحب سے لئے تھے۔ ہم نے اس لڑکی کو واپس دے دئے۔ کہ یہ مولوی صاحب کو ہماری طرف سے پیش کر دے۔

اسٹیشن پر پہنچتے ہی تھوڑی دیر بعد گاڑی آگئی۔ اور اس میں سوار ہو کر ہم اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے۔ دہلی پہنچ کر میں نے اشاعۃ السنۃ جلد بستم کو پڑھا۔ اس میں بڑی بڑی عجیب باتیں جن سے بٹالوی کی ذلت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ہر ایک لفظ سے ثابت ہوتی تھی۔ دیکھی تو میں نے دو روپیہ قیمت جلد بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب کو بھیج دئے۔ اور لکھا۔ کہ اگر ریویو کے بقیہ پرچے مل گئے ہوں۔ تو بھیجدیں۔ ورنہ یہ پرچے نامکمل ہیں۔ ان کو میں واپس کر دوں۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔ میں نے وہ پرچے بھی ان کو پیڈ پیکٹ کے ذریعہ واپس کر دئے۔ اس کے بعد پھر بٹالوی سے ملاقات کا موقعہ سوائے اس سفری ملاقات کے جو اسٹیشن امرت سر اور اڈہ خانہ بٹالہ پر ہوئی تھی۔ نہیں ملا۔ حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ بٹالوی نے جس قدر ناکامی اور حسرت کی زندگی گذاری ہے۔ اس کی نظیر سوائے مکذبین انبیاء کے دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اس نے دینی تباہی۔ دنیاوی بربادی

خانہ ویرانی۔ اولاد اور اقارب سے پریشانی۔ اپنے ہم مذہبوں میں ذلیل زندگانی اور ہر قسم کی ہلاکت اور نامرادی سے پورا اور کامل حصہ پایا۔ جیسا کہ اس مختصر کے گذشتہ ابواب سے ناظرین نے معلوم کر لیا ہے۔ اس کی آخری عمر اس طرح ذلت سے گذری۔ کہ خدا دشمن کو نصیب نہ کرے۔ حواس اس کے جاتے رہے۔ عقل اس کی ماری گئی۔ علم اس کا سلب ہو گیا۔ جو شخص اس بدبخت انسان سے ملتا تھا۔ وہ اس کی بدحواسی کا شاہد ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ثناء اللہ نے بھی لکھ دیا۔ کہ مولوی صاحب ارذل عمر کو پہنچ کر حواس باختہ ہو گئے ہیں۔ ان پر اب کسی کو شکوہ گلہ نہ کرنا چاہیئے۔ وہ معذور ہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب اور مخالفت کر کے اس نے وہ کچھ دیکھا۔ جو ابوجہل اور فرعون اور ابولہب وغیرہ دشمنانِ خدا نے دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ اسی طرح اس نے کئی سال گذارے۔

عیسائیوں کی حمایت اور اسلام کی مخالفت

ایک دفعہ بٹالوی نے اپنی زندگی میں ایک اور ذلت اٹھائی۔ جو مقدمہ مارٹن کلارک پادری میں اس کو حاصل ہوئی۔ جبکہ وہ اسلام کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی میں عیسائیوں کا گواہ بن کر گورداسپور گیا۔ اور گواہی دی۔ جس میں وہ ذلت اس کو نصیب ہوئی۔ کہ زندگی بھر نہ بھولیگا۔ یعنی عدالت کے اندر جب گواہی دینے گیا۔ تو آگے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو کرسی پہ بیٹھے دیکھا۔ جل کر خاک ہو گیا۔ حواس مختل ہو گئے۔ اور اسی بدحواسی میں عدالت سے اپنے لئے کرسی مانگی۔ عدالت نے کرسی دینے سے انکار کر کے جھڑک دیا۔ گواہی دیکر باہر نکلا۔ تو در عدالت

کے سامنے ایک کرسی پڑی تھی۔ اس پر بیٹھ گیا۔ عدالت کے اردلی نے چونکہ کمرہ عدالت میں اس کو کرسی مانگنے پر دھتکار پڑتی دیکھ لی تھی۔ باہر اس کو کرسی پر بیٹھا دیکھکر اس کرسی پر سے بھی اٹھا دیا۔ آخر پرے جا کر زمین پر ایک شخص کی چادر پڑی تھی۔ اسے بچھا کر بیٹھ گیا۔ جب چادر والے کو پتہ لگا۔ کہ اس نے اسلام کے خلاف عیسائیوں کے حق میں گواہی دی ہے۔ فوراً نیچے سے چادر گھسیٹ کر کہا۔ کہ اٹھ میری چادر نہ ناپاک کر۔ یہ تو عیسائیوں کا گواہ ہے۔ اور چادر پر سے اٹھا دیا۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ذلت دیکھی۔ کہ جس مقدمہ میں عیسائیوں کی شہادت دینے گیا تھا۔ وہ مقدمہ عیسائیوں کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ اور حضور بڑی عزت اور کامیابی سے اس فوجداری کیس سے بری قرار دئے گئے۔ جس سے قیامت تک کے لئے بٹالوی کی پیشانی اور خرطوم پر ایسا سیاہ داغ ذلت کا لگ گیا۔ کہ میدان حشر میں بھی منہ کالا ہی پھرتا نظر آئے گا۔

باب دہم

بٹالوی کا انجام

موت اور مدفن

ناظرین یقین ہے۔ کہ آپ نے اس مختصر رسالہ سے بٹالوی کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی سے خانہ ات ویران تو در فکر دگر کو پورے اور صحیح معنوں میں حرف بحرف پوری ہوتی ملاحظہ فرما لیا ہو گا۔ اور یہ

حضور نے وہ الہام جو بٹالوی کے حق میں خدا تعالےٰ سے پاکر فرمایا تھا۔ کہ انی مھین من اراد اھانتک اس کی کامل تصدیق کرلی ہوگی۔ بٹالوی ان تمام نحوستوں اور بربادیوں اور ہلاکتوں اور نامرادیوں کے جملہ مراحل طے کرکے بقول شاعر ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

بالآخر اس آخری منزل پر پہنچ گیا۔ جس پر میں اور آپ مل کر اس کے حق میں مقولہ مشہور

خس کم جہاں پاک

کا زبان و قلم سے ادا کریں۔ یعنی آخر کار ۱۹۲۰ئہ کے آغاز میں دو ماہ تک بخار وغیرہ سے ایڑیاں رگڑتا ہوا۔ بمقام بٹالہ اپنے مکان سکونتی میں اس دنیا کو اپنے وجود نامسعود سے پاک کرکے جس مقام کا مستحق تھا۔ وہاں پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرنے کے بعد کے واقعات

جب مر چکا۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف اس کی آخری ذلت کے یہ سامان پیدا ہوئے کہ اس کا

مدفن تکیہ کنجراں والا

متصل تالاب شمشیر خاں قرار پایا۔ جہاں اب تک اس کی قبر کا نشان موجود ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

آج اس کی کثیر اولاد سے کوئی بھی بٹالہ میں نہیں۔ جو اس کا جانشین کہلا

سکے - اس کے پانچ لڑکے زندہ ہیں۔ سب سے بڑا عبد السلام ہے۔ جس کو دین سے ابتداءً نفرت رہی - وہ ملٹری میں کلرک تھا۔ اور آج کل پنشن یاب ہو کر لاہور مزنگ میں رہتا ہے ۔ دوسرا لڑکا عبد الشکور ہے ۔ جو دائم الحبس ہو کر بیرون ہند بھیجا گیا تھا۔ اب اپنی میعاد عمر قید پوری کر کے لاہور آگیا ہے ۔ یہ نہایت بدچلن ۔ بدمعاش اور پرلے درجہ کا مجرم ہر ایک جرم کرنے کا عادی ہے ۔ تیسرا محمد حسن ہے۔ جو دین سے بے بہرہ اور لاہور میں ایک وکیل کا ایجنٹ ہے۔ مزنگ میں رہتا ہے ۔ چوتھا ابو اسحاق جس کو بٹالوی نے ہائی سکول قادیان میں داخل کر کے پھر اٹھا لیا تھا۔ خانہ بدوش ہے۔ اس کے دماغ میں بھی فتور ہے ۔ معلوم نہیں آج کل کہاں ہے ۔ پانچواں عبد النور ہے ۔ یہ بھی بڑا بدمعاش اور جرم کرنیکا عادی ہے ۔ کوئی جرم کر کے آٹھ دس سال سے روپوش ہے ۔

بٹالوی کے مکان کو قفل لگے ہوئے ہیں۔ اور در و دیوار پر نحوست اور لعنت برستی ہے ۔ اس گلی میں بھی جہاں بٹالوی کا مکان واقعہ ہے ۔ ظاہر طور پر دیکھنے والوں کو نحوست برستی محسوس ہوتی ہے ۔ کوئی راہ گذر بھی بمشکل ادھر سے گذرتا ہے ۔ حالانکہ وہ دوسرے دو تین محلوں کا بھی راستہ ہے ۔ مکان بے آباد پڑا ہے بٹالوی کی تین لڑکیاں زندہ ہیں ۔ ان میں سے ایک بیوہ ہے ۔ اور عبد السلام کی والدہ بٹالوی کی بیوی زینب زندہ ہے ۔ یہ ہے اس خانہ برانداز کا انجام جس سے ہر ایک سلیم الفطرت کو عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہیئے ۔ بٹالوی کی گور بآواز بلند لوگوں کو کہہ رہی ہے ۔ کہ ؎

من نہ کردم شما حذر بکنید

میر قاسم علی ۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء

فہرست مضامین کتاب

خاکسار مولف کی دیگر تصانیف کی مختصر فہرست

چودھویں صدی کا یہودی	اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اہلحدیث کا مثیل یہود ہونا اسکے اپنے اقراروں سے ثابت کرنیکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثناء اللہ کے مسلمات پر ثبوت دیکر اس پر حجت قایم کردی ہے	۵/
فیصلہ خدائی بمسلمات ثنائی	مولوی ثناء اللہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری فیصلہ والے اشتہار کی مکمل مدلل مفصل بحث اور ثناء اللہ کے جملہ اعتراضات اور عذرات کا ناقابل تردید ردّ اور ثناء اللہ کی زندگی صداقت مسیح موعود کی بڑی زبردست دلیل ثابت کرکے حجت تمام کردی ہے ؛	۷/
ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار	مولوی ثناء اللہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے نہایت بزدلانہ فرار اگر دیکھنا ہو اس رسالہ کو ملاحظہ کرو۔	۷/
ثنائی ہرزہ درائی	مولوی ثناء اللہ امرتسری نے جس قدر گالیاں حضرت مسیح موعود اور آپ کے خدام عالیمقام کو دی ہیں وہ تاریخوار جمع کرکے ان کی بے باقی کردی ہے ؛	۵/
مرقع ثنائی	ثناء اللہ کا وہ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲۶ ر اپریل ۱۹۰۷ء جس کو وہ ہمیشہ چھپاتا رہا ہے۔ حرف بحرف سطر بسطر نقل کرکے اور ساتھ ہی اس کا قطعی فیصلہ لکھ کر جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا دیا ہے ؛	۴/
صادق کلمات	ثناء اللہ کے رسالہ "ہفوات مرزا" کا مکمل جواب از مولوی سید صادق حسین صاحب مختار عدالت ہا۔ اٹاوہ۔ یو۔ پی	۴/

آئینہ حق نما	"الہامات مرزا" مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا مکمل مفصل مدلل جواب۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ مرتبہ مکرمی اخویم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم جو بعد نظر ثانی حضرت خلیفہ اوّل نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ طبع ہوئی ؛	عمر/
تجلیات رحمانیہ	مولوی ثناء اللہ امرت سری کے رسالہ تعلیمات مرزا و فیصلہ مرزا کا ناقابل تردید تحقیقی اور علمی اور عقلی دلائل سے پُر جواب جس کو مکرمی عزیزم ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل مبلغ شام نے حیفا فلسطین سے تصنیف فرما کر بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کیا۔ اور خاکسار ایڈیٹر فاروق نے ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء میں تازہ بتازہ طبع کرایا۔ قابل دید ؛	۶/
انیسویں صدی کا بلیدان	آریہ سماج کے مشہور مقتول پنڈت لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی اور ہیبت ناک نشان کو اس رسالہ میں درج کیا گیا ہے اور اس میں ایسے ایسے واقعات تصدیق پیشگوئی میں آریوں کی تحریروں سے نقل کئے گئے ہیں۔ جو اس سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ اور نہ کسی کتاب میں شائع ہوئے تھے نیز اس پیشگوئی پر جملہ اعتراضات غیر احمدی مخالفین اور آریہ سماجیوں کے لکھکر ان کی ایسی تردید کی گئی ہے۔ جو قابل دید ہے۔ زیر طبع	۶/

ملنے کا پتہ منیجر فاروق بک ایجنسی قادیان (پنجاب) ضلع گورداسپور